جہالت اور بیداری

مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار جمعہ
وزیر اوقاف مصر
چیئرمین سپریم کونسل برائے اسلامی امور
رکن اسلامک ریسرچ اکیڈمی الازہرالشریف

مترجم: نعلین مصطفی

نظر ثانی: ڈاکٹر احمد القاضی

2021م -1443ھ

مصری جنرل بک اتھارٹی

مصری جنرل بک اتھارٹی

رئيس مجلس الإدارة

د. هيثم الحاج علي

جہالت اور بیداری

مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار جمعہ
وزیر اوقاف مصر

الطبعة الأولى

للهيئة المصرية العامة للكتاب، ٢٠٢١.

پی. بی. 235 رمسیس
1194 کورنیش نیل، رملہ بولاق قاہرہ
پی او باکس# 11794
ٹیلیفون # 2577751109(202)، 149 .EXT
فیکس # 25754276(202)

طباعت اور عمل درآمد
مصری جنرل بک اتھارٹی پریس

اس کتاب میں شامل آراء ضروری نہیں کہ بک اتھارٹی کی سوچ کی عکاسی کریں بلکہ مصنف کی رائے اور رجحان کو پہلی جگہ پر رکھیں۔

تمام حقوق مصری جنرل بک اتھارٹی کے پاس محفوظ ہیں۔
مصری جنرل بک اتھارٹی کی تحریری اجازت کے علاوہ یا ماخذ کا حوالہ دے کر کسی بھی طرح سے دوبارہ شائع کرنا، نقل کرنا یا اقتباس کرنا ممنوع ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (سورة هود: 88)

ترجمہ: ﴿میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے (تمہاری) اصلاح ہی چاہتا ہوں، اور میری توفیق اللہ ہی (کی مدد) سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں﴾۔

دیباچہ

تمام تعریفیں دو جہانوں کے رب کے لیے، اور درود و سلام خاتم النبیین اور اللہ کے رسول ہمارے آقا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور ان کے خاندان اور اصحاب پر، اور جو لوگ قیامت تک ان کی

ہدایت کی پیروی کریں۔

ہماری جنگ دہشت گردی اور نظریاتی انتہا پسندی کے ساتھ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ انتہا پسند گروہوں کا استعمال چوتھی نسل کی جنگوں کا سب سے اہم ہتھیار بن گیا ہے ، خاص طور پر مسلح افراد ، جو خون اور پیسے کے متبادل کو ایک نظریاتی نقطہ نظر اور ایک حقیقت کے طور پر لیتے ہیں۔

ایک طرف انتہا پسند گروہوں نے بعض اوقات اپنے مقاصد اور ان کی مدد اور مالی اعانت حاصل کرنے کے لیے غلط فہمیوں اور غلط نصوص کا سہارا لیا ہے، اور دوسری طرف بعض اوقات نصوص کو اپنے سیاق و سباق سے ہٹا کر ان کی جگہوں سے صحیح الفاظ کو مسخ کر کے اپنے مفاد والے معانی کو استعمال کیا گیا۔

مذہبی انتہا پسندی کے گروہوں نے نوجوانوں کے جذبات کے ساتھ جھوٹی اور غلط تشریحات کے ذریعے گھناؤنا کھیل کھیلا، جس کا ظاہری چہرا تو جوش و خروش کو ابھارتا ہے مگر اصل میں باطنی طور پر وہ کرپشن ، بدعنوانی ، گمراہی اور بہتان ہے۔ ان انتہاپسندوں نے مندرجہ مصطلحات کا چناو «جہالت» اور «بیداری» کے نام سے کیا جو کہ برداشت کے قابل نہیں۔

جہاں تک «جاہلیت « کی اصطلاح ہے اسے انتہا پسند گروہوں جبر و استبداد کے ساتھ ہمارے آج کل کے پُر امن معاشروں پر لاگو کرنے کی کوشش کی ہے، اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو ان الفاظ کے ظاہر اور مضمونی دونوں پہلو سے مردود تصور ہوتا ہے، جبکہ لفظ «جہالت» کو شکلی طور پر یا لغوی اعتبار سے اسلام کے آنے سے قبل کے وقت کو کہا جاتا ہے اور اس دور جاہلیت سے علم کی ضد مراد نہ تھا اور نہ ہی کسی نے کہا کہ جہالت ایمان و اسلام کی ضد ہے بلکہ جہالت تو خواب نہ دیکھنے کے معنی میں ہے۔

اور مضمون کے اعتبار سے جاہلیت کے معنی میں مصری معاشرے کو جہالت پر مبنی کہا جائے تو یہ ممکن نہیں سوائے نفرت پھیلانے والے، حاسد، ناشکر شخص، یا کرائے پر مغلطات بکنے والے یا مذہب اور وطن کا استحصال کرنے والے کے، کیونکہ

مصر تو ازہر ہے، مصر مساجد و مینار ہے، مصر قرآن ہے، مصر علم و علماء ہے، مصر وہ کہ جس کے ازہر میں ادھے ملین طلبہ و طالبات پڑھتے ہیں اور جو دس دس ہزار غیر ملکی طلبہ دین کی صحیح سمجھ کے لیے آتے ہیں، مصر کے علماء اور آئمہ پوری دنیا مین صحیح معنوں میں دین اسلام کی تعلیمات پھیلاتے ہیں اور مصر وہ ملک کہ جو قرآن اور اہل قرآن کو اپنی آغوش میں رکھتا ہے سو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس معاشرے کو جہالت پر مبنی کہا جائے۔

اور یہی حال ہمارے تمام عرب اور اسلامی ممالک کا ہے، کہ جنہیں شدت پسندوں نے ناکام بنانے، اکھاڑ پھینکنے، تباہ و برباد کرنے کے لیے بطور ذریعہ استعمال کرنے کی کوشش کی۔

ان کے مفہوم میں بیداری سے مراد ان کی بیداری ہے، لیکن کس کے خلاف؟ اپنے ملک کے خلاف !! ان کے قومی ڈھانچے کو کمزور اور پھاڑنے اور اس کو ختم کرنے کے ارادے کے ساتھ، کیونکہ یہ گروہ اپنے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کے مقاصد کو حاصل کر سکتے ہیں اور جو ایک مضبوط، ٹھوس اور مربوط ریاست کے تحت ان کی مالی اعانت اور ان کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔یہ صرف ریاستوں کو کھنڈرات کی حالت میں لا کر ان پر اپنا حکم چاہتے ہیں، اور ان کے لیے اپنی جماعت کا مفاد ریاست کے مفاد، قوم کے مفاد

اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے اوپر ہے، ان کا ہتھیار جھوٹ، افواہیں پھیلانا، بہتان باندھنا ہے، اور مقصد تباہی اور تخریب کاری ہے، وہ تباہی کرنے کے سوا کچھ نہیں جانتے، جب کہ ملک کی تعمیر و ترقی کے نام پر شور مچاتے ہیں، ہر گز وہ اپنے وطن یا قومی ریاست پر یقین نہیں رکھتے۔

تشدد، خونریزی، مال اور غیرت کی حلت اور گھروں کو مسمار کرنے دعوت، اور عام لوگوں کو میٹھے چاشنی الفاظ سے دھوکہ دینے کے لیے ان کی بار بار پکاروں کی طرف توجہ نہ دو، انہوں نے معاشرے کے خلاف نفاق سے بغاوت کی اور معاشرے کو اپنے مقاصد کی کامیابی کے لیے ایک لازمی سٹیج سمجھا کہ جس سے ہمیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ جیسے اللہ نے فرمایا: «اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی (ہوتا) ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ للہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی بناتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔اور جب وہ (آپ سے) پھر جاتا ہے تو زمین میں بھاگ دوڑ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد انگیزی کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کر دے، اور للہ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔» اور ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا: «مومن کوایک سوراخ سے دوبارہ ڈنگ نہیں لگ سکتا»۔

جب ہم انہیں تعمیر و ترقی کے ساتھ دوبارہ تشکیل دیتے ہیں،

اور اس کو دنیا کے مختلف شعبوں، علوم اور فنون میں ترقی یافتہ ممالک کی صف میں دیکھتے ہیں تو اصل بیداری تو یہ ملت و قوم کی بیداری ہے۔

بیداری کا حقیقی پیمانہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ ممالک کس حد تک سائنسی اور معاشی طور پر ترقی کر چکے ہیں، ان کا ہم پلہ ممالک کے ساتھ کیا مقابلہ ہے، اور اس کی کامیابیوں کا دنیا میں کتنا حصہ ہے۔

جب تک کہ ہم اپنے دنیاوی معاملات میں دوسروں پر سبقت نہ لے لیں گے تب تک لوگ ہمارے مذہب کا احترام نہیں کریں گے سو اگر ہم نے اپنے دنیاوی معاملات میں دوسروں پر سبقت لے لی تو لوگ ہمارے مذہب اور ہمارے دنیاوی معاملات کا احترام کریں گے۔

حقیقی بیداری ضمیر، اقدار اور اخلاقیات کی بیداری بھی ہے، اور یہ تب ہوگا جب ہم دنیا کی تعمیر رواداری، ہمدردی، یکجہتی، ایمانداری، امانت داری، وفاداری اور اچھے اخلاق پر کریں گے اور اپنی اقدار میں اسلام کی عکاسی اور اپنے طرز عمل اور زندگی کے تمام معاملات میں اسلام کی جھلک دکھائیں گے تو یہ سب ممکن ہوگا۔ پس جو قومیں نہ اصلاحی تعمیر کرتی ہیں اور نہ ہی اقدار و اخلاق پر کام کرتی ہیں تو وہ زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔

اصل بیداری انسان کے اپنے وطن سے تعلق رکھنے کی طاقت اور اس کی سلامتی اور استحکام کے لیے اس کی فکر ہے۔ وطن عزت و شرف ہے، اور یہ ان چھ کلیات میں سے ایک ہے جس کی حفاظت اور دیکھ بھال کے بارے میں دین حنیف نے ابھارا ہے۔

ہمارا عقیدہ جس طرح قومی ریاست کی طاقت کو مستحکم کرنے کے لیے کام کرنا ایک شان ہے اور حب الوطنی کا مطالبہ بھی ہے، سو ہر وہ چیز جو اس کی طرف لے جائے وہ درست ہے، اور ہر وہ چیز جو تباہی، تخریب کاری، ریاستوں کے ڈھانچے کو کمزور کرنے، ان کی ترقی میں خلل ڈالنے، تباہ کرنے کی طرف لے جاتی ہے یا ان لوگوں کو ڈرانے والے جو ان پر یقین رکھتے ہیں، تو ان سے مذہب و ملت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہمارا یقین ہے کہ ایک سچا اور خالص مذہب کھلی فضا میں بے آسرا نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط ریاست کا قیام لازمی ہونا چاہیے، تاکہ دین اور وطن کے دشمنوں سے اس کو محفوظ کیا جائے کیونکہ وہ اس کے خلاف ہیں۔

مذہب اور ریاست کبھی متضاد نہیں ہوتے، مذہب اور ریاست انسانیت کی خوشی کی خاطر باہمی معاون ہوتے ہیں، اس لیے جہاں

ملک اور اس کی عوام کے مفادات کا خیال کیا جاتا ہے تو وہاں خدا کا قانون لازمی ہے۔

مذہب اور ریاست مل کر حقوق اور فرائض کے لحاظ سے مساوی شہریت کی بنیادیں قائم کرتے ہیں، اور یہ کہ ہم اپنے ملک اور لوگوں کی بھلائی کے لیے مل کر کام کرتے ہیں اور چونکہ دین رحمت، عظمت، انسانیت اور دوسروں کو دینے کا نام ہے سو اسی لیے جو ہم اپنے لیے بھلائی کو پسند کرتے ہیں و ہی دوسروں کےی بھلائی کے لیے اچھا جانتے ہیں ۔

دین اور ریاست ہم سب سے سماجی یکجہتی کا تقاضا کرتی ہے، اور یہ کہ ہمارے درمیان کوئی بھوکا، محروم، رسوا، بے گھر، ضرورت مند یا پریشان نہ رہے کہ ہم اس کی ضرورت کو پورا کرنے اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

دین اور ریاست کام کرنے اور پیداوار بڑھانے، ترقی و کمال کے لیے زور دیتے ہیں، اور بے روزگاری اور سستی، دہشت گردی، بدعنوانی و تباہی، تخریب کاری و بدامنی اور بغاوت کو ختم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

جو لوگ مذہب اور مملکت کے درمیان ایک تنازعہ پیدا کرتے ہیں - جو کہ نہیں ہونا چاہیے- اور اسے صرف متنازع بنانا چاہتے

ہیں، سو اس صورت میں یا تو وہ دین کو صحیح معنی میں نہیں سمجھتے یا وہ ریاست کے تصور کو پوری طرح نہیں سمجھتے یا پھر وہ ان کے درمیان تعلقات کی نوعیت سے واقف نہیں ہیں۔ نا فہمی کا تعلق صحیح مذہب کے ساتھ نہیں اور نہ ہی ریاست کے ساتھ بلکہ یہ ان دونوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت کی غلط فہمی سے پیدا ہوتی ہے۔

تاہم ہم ریاست کے آئین اور قوانین کا احترام کرنے اور قانون کی حکمرانی کو برقرار رکھنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں، اور یہ کہ ریاستوں میں کوئی متوازی اتھارٹی جو ملک کے قانون کے برابر ہو پیدا نہیں ہونی چاہیے چاہے اس کا دائرہ اختیار کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ یہ سب تنظیمات ایک جھنڈے تلے ریاست کے قانون کے تابع رہیں، اور یہی قومی ریاست کا جھنڈا ہے۔ اگر ہر ادارہ، گروہ، یا پارٹی ریاست کے متوازی اپنا مقام بنانا چاہیں گے تو یہ ہے ایک ایسا خطرہ جس کے ساتھ نہ تو مذہب چل سکتا ہے اور نہ ہی ریاست اس کی متحمل ہو سکتی ہے۔

آخر میں، میں تاکید کرتا ہوں کہ تمام انتہا پسند تنظیمیں، خاص طور پر وہ جو مذہب کے غلاف مین چھپ کر مذہب اور ریاست کے لیے ایک خطرناک خطرہ ہیں، کہ حقیقی بیداری وہ ہے جو ہمیں جمود اور حرکت والی سوچ کے درمیان واضح طور پر فرق

کروائے، اور زمانے کی پیش رفت اور تقاضوں کو مدنظر رکھ کر اور شریعت کے اصولوں کے تحفظ کی روشنی میں یہ دیکھا جائے کہ جدید دنیا کیا ہے اور اس کی ضروریات کیا ہیں، اور اس کے لیے آج کے دور کی ترجیحات کیا ہیں۔

ہر ارادے کے پیچھے اللہ ہے اور وہ ہمارے لیے کافی ہیں اور سب سے اچھا وکیل ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمّد مختار جمعہ

وزیر اوقاف

چیئرمین سپریم کونسل برائے اسلامی امور

رکن اسلامک ریسرچ اکیڈمی

الازہر الشریف

جہالت اور بیداری

انتہائی اہم تصورات میں سے جہالت اور بیداری کے تصور کو درست کرنا لازمی ہے کہ جہاں انتہا پسند گروہوں نے غلط فہمیوں اور جھوٹی آگاہی سے فائدہ اٹھایا اور کچھ الفاظ اور اصطلاحات کو اپنے نظریاتی مفہوم کے ساتھ بیان کرکے اس پر سختی عمل کیا، اور الفاظ اور اصطلاحات کے ان غلط فہمیوں کی بیانی کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ کام کیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ نے وقت کے ساتھ عوام میں وہ معنی حاصل کر لیے جو شدت پسند گروہ ان تک پہنچانا چاہتے تھے۔

جہاں تک اصطلاح جہالت کا تعلق ہے، انتہا پسند گروہوں نے اسے ہمارے کچھ آج کے پُر امن معاشروں پر بلاجواز اور غلط طور پر لاگو کرنے کی کوشش کی ہے ، چاہے وہ لفظی اعتبار سے تھا یا مفہوم کے لحاظ سے؛ اور جہاں تک لفظی یا لسانی مفہوم کا تعلق ہے، تو لفظ ((جہالت)) کو شکلی طور پر یا لغوی اعتبار سے اسلام کے آنے سے قبل کے وقت کو کہا جاتا ہے اور اس دور جاہلیت سے علم کی ضد مراد نہ تھا اور نہ ہی کسی نے کہا کہ جہالت

ایمان و اسلام کی ضد ہے بلکہ جہالت تو خواب نہ دیکھنے کے معنی میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو ذر سے فرمایا: تو نے اسے ماں کے نام سے غیرت دلائی، بے شک تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ (یاد رکھو) ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے (اپنی کسی مصلحت کی بنا پر) انھیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہی کپڑا اسے پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کے لیے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام ڈالو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو[1]۔

یہاس وقت فرمایا جب سیدنا ابو ذر نے سیدنا بلال کو یہ کہہ کر شرمندہ کیا: اے سیاہ فام عورت کے بیٹے! اور آقا ﷺ نے یہ اس مقصد سے فرمایا کہ: «ابھی تم میں زمانہ جاہلیت کے کچھ اثرات باقی ہیں» یعنی: تم میں ایک ایسا شخص ہے جس کے

---

(1) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: گناہ جاہلیت کے دور میں سے ہیں، اور اس کے کرنے والے کو کافر نہ جانو یہاں تک کہ وہ شرک نہ کر لے۔ حدیث نمبر: 30. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: جو خود کھاو وہ غلام کو کھکاو، جو خود پہنو وہ اسے پہناو، اور جس کا وہ بوجھ نہ اٹھا سکے وہ اس پر مت ڈالو۔ حدیث نمبر: 1661.

پاس جاہلیت کے زمانے کچھ باقیات ہیں، سو دوسروں کی عزت پر حملہ کرنے اور دوسرے کو کمزور کرنے میں اگر خوشی محسوس ہو تو اس شخص کے ساتھ حق نہیں ہے۔

اور مضمون کے اعتبار سے جاہلیت کے معنی میں مصری معاشرے کو جہالت پر مبنی کہا جائے تو یہ ممکن نہیں سوائے نفرت پھیلانے والے، حاسد، ناشکر شخص، یا کرائے پر مغلظات بکنے والے یا مذہب اور وطن کا استحصال کرنے والے کے، کیونکہ مصر تو ازہر ہے، مصر مساجد و مینار ہے، مصر قرآن ہے، مصر علم و علماء ہے، مصر وہ کہ جس کے ازہر میں ادھے ملین طلبہ و طالبات پڑھتے ہیں اور جو دس دس ہزار غیر ملکی طلبہ دین کی صحیح سمجھ کے لیے آتے ہیں، مصر کے علماء اور آئمہ پوری دنیا مین صحیح معنوں میں دین اسلام کی تعلیمات پھیلاتے ہیں اور مصر وہ ملک کہ جو قرآن اور اہل قرآن کو اپنی آغوش مین رکھتا ہے سو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس معاشرے کو جہالت پر مبنی کہا جائے۔
بقول امام البصیری رحمت اللہ علیہ[1]:

آنکھ آشوب چشم سے سورج کی روشنی سے انکار کر سکتی ہے

اور منہ کی بیماری سے پانی کے ذائقے کا بھی انکار ہو سکتا ہے

---

(1) دیوان بوصیری، شرف الدین محمد بن سعد بن حماد الجنوني الصنهاجي، وفات 696ھ، صفحہ نمبر 247، طباعت: الحلبی

جہاں تک بیداری کی اصطلاح ہے تو انتہا پسند گروہوں اس کو دو چیزوں تک محدود کرتے ہیں، پہلا: ظاہری شکل و صورت، لفاظی اور جوہری معنی سے قطع نظر ہوکر، اور دوسرا: ان تنظیموں کے ارکان کی تعداد۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اصل بیداری یہ ہے کہ ہم اپنے حکم اور اپنے کلام کے مالک ہیں، اپنا کھانا، دوا، لباس اور ہتھیار تیار کرتے ہیں، اور اپنے ملک اور شہریوں کے مستقبل۔کو بہتر کرنے کے لیے ان کو سائنسی و ثقافتی طور پر بلند کرتے ہیں۔ ایک مضبوط فوج اور معیشت رکھتے ہیں۔ اور اس سے مراد ہے ملک و قوم کا معیار دنیا میں بلند ہو۔

ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ لوگ ہمارے مذہب کا احترام نہیں کریں گے جب تک کہ ہم اپنے دنیاوی معاملات میں سبقت نہ لیں، سو اگر ہم اپنے دنیاوی معاملات میں سبقت حاصل کریں گے تو تب ہی لوگ ہمارے مذہب اور ہمارے دنیاوی معاملات کا احترام کریں گے۔

حقائق کو مسخ کرنا

دہشت گرد اور انتہا پسند گروہ اور جو صرف اپنی جہالت کے مدار میں گھومتے ہیں وہ لوگ مذہب کو بگاڑ رہے ہیں، تحریروں کی گردنیں تھامے ہوئے اور حقائق کو غیر واضح کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ تاریخ کو جھوٹا بنا رہے ہیں اور اپنے کالے ماضی کو جتنا ہو سکے دفن کر رہے ہیں۔ وہ لوگ گرگٹ کی طرح رنگ اور سانپ کی طرح اپنی کھال بدل لیتے ہیں، لیکن ان کا معاملہ بے نقاب ہو چکا ہے اور ان کے جھوٹ واضح ہیں۔ «کیونکہ مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا»[1]۔

سب سے خطرناک تعلق جس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ یا اس کی اقدار کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے وہ مذہب سے تعلق ہے۔ دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے مذہب میں تجارت کرنا اس

(1) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مومن ایک سوراخ سے دو دفع ڈسا نہیں جا سکتا، حدیث نمبر 6133۔ صحیح مسلم، کتاب زہد اور نفاست، باب مومن ایک سوراخ سے دو یدفع ڈسا نہیں جا سکتا، حدیث نمبر: 2998۔

کے کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں تباہی ہے۔ کیونکہ جو کوئی بھی ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرے گا، اور یہ اس جنگ کے تباہ کن نتائج معلوم ہونے کے بعد خود کو اس کی بھٹی میں پھینک دیتا ہے تو اس کے لیے اللہ فرمایا: ﴿بلکہ ہم حق سے باطل پر پوری قوت کے ساتھ چوٹ لگاتے ہیں سو حق اسے کچل دیتا ہے پس وہ (باطل) ہلاک ہو جاتا ہے، اور تمہارے لئے ان باتوں کے باعث تباہی ہے جو تم بیان کرتے ہو[1]﴾۔

انتہا پسند گروہوں کی بعض نصوص کو ان کے سیاق و سباق سے اس طرح کاٹ کر اور نصوص کے اصل مقاصد سے ہٹا کر اس کو تقویٰ سمجھ کر لوگوں، اور اداروں کے خلاف جان بوجھ کر بہتان لگانے کی یہ پیشہ ورانہ مہارت مذہب کے خلاف ایک بڑا جرم ہے؛ ان گروہوں کے نزدیک اختتام اسباب کو جواز بنا کر - چاہے جو بھی ذریعہ ہو - اپنے مذموم مقاصد کے لیے ذرائع استعمال کرنے میں کوئی شرمندگی نہیں، چاہے وہ شریعت کے کتنے ہی برعکس کیوں نہ ہوں، جب تک کہ وہ اپنے دنیاوی اور آمرانہ مقاصد کے حصول کی طرف بڑھتے جائیں گے تب تک انہیں کوئی فرق نہیں پڑھتا۔

---

(1) الانبیاء: 18

جہاں تک افواہیں پھیلانے اور اس کی ترویج کا تعلق ہے تو یہ ان کے الیکٹرانک اور معاوضہ شدہ میڈیا کے بگلوں کا کام ہے، اگر ان گروہوں کے دھوکے باز نوجوان غور کریں (چاہے ایک لمحے کے لیے ہی)تو ان کو سوچنا چاہیے کہ وہ کہاں سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں کیا اللہ کی کتاب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنت سے؟ شاید اس کے بعد بہت سے اس چیز سے دور ہو جائیں اور ان گمراہ دہشت گرد تنظیموں کی حقیقت کو جان لیں!۔

کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ ہر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب کچھ حرام ہے، اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون، اور یہ کہ اسلام ہمیں اقوال میں صحیح اور صاف رہنے کی تلقین کرتا ہے؟!، اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا: ﴿اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ[1]﴾۔

اسلام ہمیں سچا ہونے کی تلقین بھی کرتا ہے کہ حضور اکرمﷺ نے فرمایا: ‹‹سچ نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بندہ پوری کوشش سے سچ ہی کا قصد کرتا

(1) الحجرات: 6.

رہتا ہے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ کج روی ہے اور کج روی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور بندہ جھوٹ بولنے کا قصد ہوتا رہتا ہے حتی کہ اسے جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے [1]»۔ سو اُس کے لیے کیا ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اور بہتان لگاتا ہے جب تک کہ وہ اسے جائز نہ بنادے، اور یہاں تک کہ وہ ایک مستحکم مزاج و کردار کے حامل نہ ہو، ایک ناقابل تغیر فطرت یقینا فطرت سے زیادہ پسندیدہ ہے؟!

اگر دشمنان اسلام اپنی طاقت سے سب کچھ تباہ کرنا چاہیں اور اللہ کے دین کے وقار کو مسخ کرنے کی کوشش میں لگے رہیں تو وہ لوگ ان گمراہ دہشت گرد گروہوں کے دسویں حصے تک نہ پہنچ سکیں گے کی جو ان گروہوں خدا کے دین کو مسخ کرنے کے لیے اور شرعی قانون کو نقصان پہنچایا ہے۔ سو اس فتنے سے بچنے کے لیے علماء، دانشوروں اور غیور لوگوں کی ضرورت ہے جو اپنے مذہب اور اپنے وطن سے محبت رکھتے ہیں، تاکہ ان دہشت گرد اور انتہا پسند گروہوں کی حقیقت کو سامنے لانے کے لیے متحد

(1) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول تعالی: اے ایمان والوں اللہ سےڈرو اور سچوں مین ہو جاؤ» التوبہ: 119، حدیث نمبر 6094۔ صحیح مسلم، کتاب نیکی اچھا صلہ اور ادب، باب جھوٹ کی برائی اور سچ کی اچھائی اور اس بڑائی، حدیث نمبر: 2607۔ الفاظ بخاری کہ ہیں۔

ہو کر تعاون کریں، اور ان لوگوں کے تمام مواقع کو ضائع کریں کہ جو ہمارے ممالک اور رواداری مذہب کے دل میں ایک نیزہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

ظاہری اور مطلبی دینداری

بہت سے لوگ دھات اور مادے کی سجاوٹ اور رنگ سے دھوکہ کھاتے ہیں، اور اگرچہ ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہمیں مل کر لفظی اور موضوعی طور پر مادے کی عظمت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ روح اور جسم کی طرح ہے، جو ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہے، اور اس کے بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، کیونکہ اس کا نظریہ متوازن ہونا چاہیے، اور ہم ان میں سے ہر ایک کو ان کی قیمت، قدر اور تناسب بغیر مبالغہ اور زیادتی کے توازن دیتے ہیں ، تاکہ لفظی معنی اس کے مفہوم کے ساتھ مل جائے کہ جس کے وہ مستحق ہیں، اور یہی بات عمارت اور معنی پر بھی لاگو ہوتی ہے۔

لیکن احتیاط صرف ظاہری شکل سے دھوکہ کھانا ہے، کیونکہ کوئی شخص اپنے ہاتھ میں تلوار اٹھا سکتا ہے اور اسے سونے، چاندی اور قیمتی اشیاء کی سمجھ سکتا ہے جس کے بارے میں وہ سوچتا ہے کہ اس سے اس کی قیمت اور حیثیت میں اضافہ ہوگا ہے، اور اپنے آپ کو تلواروں اور ڈھالوں کے ہالے سے گھیر لیتا ہے، لیکن اگر وہ اب بھی بزدل اور کمزور ہے تو دہشت کے دن

اس کی ڈھالیں اور تلواریں اس کے کسی کام نہیں آئیں گی، اور دوسری طرف سچا لیڈر تمام بزدلوں سے بالاتر ہو کر پر سکون اور مضبوط ارادے کا حامل رہے گا، چاہے وہ بزدل کتنی ہی چیزوں کی ظاہری شکل یا ان کے دھوکہ دہی کے ساتھ آئے۔

ہر چیز میں توازن کی ضرورت ہوتی ہے سوائے جوہر کے جو جوہر ہی رہتا ہے، اور مظہر ظاہری شکل ہی رہتا ہے، اور یہ کتنا خوبصورت ہے کہ ایک شخص ظاہری شکل اور جوہر کو ایک ساتھ جوڑتا ہے، الرفاعی کے الفاظ کے مطابق: ‹‹بہترین خواتین وہ ہیں جن کے اخلاق کی خوبصورتی ان کے چہرے کی خوبصورتی کی طرح ہو، اور ان کی عقل ایک تیسری خوبصورتی ہے[1]››۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسمی مذہب کا رجحان اور افادیت پسند مذہب کا رجحان عرب اور اسلامی معاشروں کو درپیش سنگین ترین چیلنجز میں سے ہے، خاص طور پر ان لوگوں کی طرف سے جو ظاہری شکل و صورت پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، چاہے یہ بنیادی اور جوہر کی قیمت پر ہی کیوں نہ ہو، اور ظہور مطلق کو ترجیح دیتے ہیں، یہاں تک کہ اگر اس ظاہری شکل کا مالک انسانی

(1) وحی القلم: مصطفی صادق الرافعی، طباعت دار الکتب العلمیۃ بیروت، جلد 1 صفحہ نمبر 106۔

اور اخلاقی درجہ سے پرے دور ہو کہ جو ایک مثالی طبقہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک باضابطہ ظاہری شکل والا شخص جس کا طرز عمل اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہے وہ تباہی اور بیگانگی کی سب سے اہم خصوصیات میں سے ایک ہے۔اگر ظاہری شکل متقیوں کی ہو اور باطن بدسلوکی، جھوٹ، خیانت یا لوگوں کا پیسہ ناجائز طور پر کھا رہا ہے تو یہاں معاملہ بہت خطرناک ہے اور بلکہ جو ایسا کرتا ہے وہ منافقین میں سے بن جاتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا، ‹‹منافق کی علامتیں تین ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے(1)››۔

یہی ان لوگوں پر بھی لاگو ہوتا ہے جو مذہب کو عبادت اور اجتہادات کے دروازے تک محدود کرتے ہیں اور تندہی سے مذہب کو غلط بیاں اور تکفیر کے فتوں کی باچھاڑ کے ساتھ ہتھیار اٹھا کر لوگوں کے خلاف نکلتے ہیں۔یہ سب اُن خوارج سے بھی ہوا جو نماز اور روزہ میں ظاہری طور پر سب سے زیادہ دکھاوا کرتے تھے ، لیکن انہوں نے اپنے آپ کو شریعت کے علم سے دور کرلیا جو انہیں خونریزی میں داخل ہونے سے روکتا تھا، لہذا

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الاىمان، باب منافق کی علامات، حدیث نمبر 33۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب منافق کے خصال، حدیث نمبر: 107۔

وہ اپنی تلواروں سے لوگوں کے خلاف نکلے اگر انہوں نے پہلے علم کی تلاش کی ہوتی تو - جیسے امام الشافعی نے فرمایا - وہ انہیں روک لیتا: اسلام تمام مذاہب سے بڑھ کر رحمت کا مذہب ہے، اور ہر وہ چیز جو آپ کو رحمت سے دور کرتی ہے آپ کو اسلام سے دور کرتی ہے، اور اہم چیز مناسب رویہ ہے جو کہ صرف کہنے سے نہیں ہوتا، اور کہا گیا کہ: ایک ہزار مردوں میں ایک آدمی کی حالت ایک ہزار مردوں کی تقریر سے بہتر ہے۔

تاہم تمام عبادتیں اس وقت تک ثمرات نہیں دیتیں جب تک کہ اس کے مالک کا طرز عمل اور اخلاق شائستہ نہ ہو، لہٰذا جو شخص اپنی نماز کو بے حیائی اور ممانعت والی اشیاء سے منع نہیں کرتا تو اس کے لیے کوئی نماز نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا: ﴿بے شک نماز قائم کیجئے، بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور واقعی للہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور اللہ ان (کاموں) کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو [1]﴾۔

اور جو اپنے روزے کو جھوٹ سے دور نہ رکھے تو اس کا کوئی روزہ نہیں، تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے

(1) العنکبوت: 45

تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے[1]»۔ اور اللہ تعالی زکوۃ و صدقات بھی حلال اور طیب مال سے قبول فرماتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :»اللہ تعا لی پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا[2]»، اور آپ ﷺ نے فرمایا «نماز پاکیزگی کے بغیر قبول نہیں ہوتی اور صدقہ ناجائز طریقے سے حاصل کیے ہوئے مال سے قبول نہیں ہوتی[3]»، اورحج بھی حلال مال سے کئے جانے اور حسن سلوک سے قبول ہوتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:»جو شخص (اللہ) کے اس گھر میں آیا،نہ کوئی فحش گوئی کی اور نہ گناہ کیاتو وہ(گناہوں سے پاک ہوکر) اس طرح لوٹے گا جس طرح اسے اس کی ماں نے جنم دیاتھا[4]»۔ اور پھر آپﷺ

(1) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب جو شخص جھوٹی بات اوؤ اس پر عمل ترک نہ کرے، حدیث نمبر 1903۔
(2) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب طیب مال سے صدقے کی قبولیت، حدیث نمبر 1915۔
(3) صحیح مسلم، کتاب الطھارت، باب نماز کے لیے طہارت کی وجوبیت، حدیث نمبر 224۔
(4)متفق علیہ، صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج مبرور کی فضیلت، حدیث نمبر 1521، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حج مبرور اور عمرہ اور یوم عرفہ کی فضیلت، حدیث نمبر 1315۔

نے ایک آدمی کا ذکر کیا :» جو طویل سفر کرتا ہے بال پرا گندا اور جسم غبار آلود ہے ۔(دعا کے لیے آسمان کی طرف اپنے دو نوں ہا تھ پھیلا تا ہے اے میرے رب اے میرے رب! جبکہ اس کا کھا نا حرام کا ہے اس کا پینا خرا م کا ہے اس کا لبا س حرا م کا ہے اور اس کو غذا حرا م کی ملی ہے تو اس کی دعا کہا ں سے قبو ل ہو گی[1]»۔

اس ظاہری دینداری سے بھی زیادہ خطرناک مطلبی دینداری ہے۔ اس صنف سے ہمارا مطلب کہ جو مذہب کے جذبات اور لوگوں کی محبت کو خاص طور پر عام لوگوں کو اپنی مذہبی فکر کے لیے استعمال کرکے اقتدار تک پہنچنے کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر لیتا ہے اور انہیں صرف اقتدار تک پہنچنے کا اس کا مقصد سمجھتا ہے۔ جبکہ اصل میں تو دین کی بے لوث خدمت ہی مراد ہونی چاہیے۔ اگرچہ ہم ارادوں اور نیتوں کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتے کہ وہ غلام اور اس کے خالق کے درمیان ہیں، اور اسی طرح اس کے تمام ارادے بھی، مگر حقیقت میں ہم نے جو دہشت گرد اخوان کے ساتھ تجربہ کیا اور جو اس کا چکر لگایا اور ان انتہا پسند گروہوں سے سے وابستہ ہو کر ہمیں دو چیزیں معلوم پڑی ہیں: پہلی چیز: ان کے لیے مذہب کوئی مسئلہ نہیں تھا

(1) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب طیب مال سے صدقے کی قبولیت اور تربیت، حدیث نمبر 2393۔

بلکہ طاقت کی جدوجہد کا معاملہ انسانی ہے اور یہ الزامات جو ہم پہلے نہیں جانتے تھے۔ اور تکبر ، بڑائی، باطلان میں دوسروں کو خارج کرنا جو لوگوں کو ان سے اور ان کے طرز عمل سے دور کرتا ہے، اور یہ مذہب پر ایک بہت بڑا بوجھ بن چکا ہے بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں ان کے اس طرح کے رویوں کی وجہ سے ان میں اور مذہب کے درمیان جو غلط ربط پیدا ہوا ہے سو ہمیں اس غلط مشابہت کو مٹانے کے لیے بڑی کوششوں کی ضرورت ہے۔

دوسرا معاملہ: کہ انہوں نے اپنے مذہب کے ساتھ زیادتی کی اور اس کی عمدہ اور روادار تہذیب کے پاکیزہ چہرے کو مسخ کیا ، اور انہوں نے ثابت کیا کہ وہ نہ مذہبی ہیں اور نہ ہی برابری کے اہل ہیں۔ اور کیا کسی شخص کا اپنے وطن سے غداری کرنا ، اس کے راز افشا کرنا اور اس کی دستاویزات بیچنا یہ دین کا حصہ ہے؟ کیا تشدد، قتل، بدعنوانی اور اس کو بھڑکانا اور نام نہاد مخصوص کمیٹیوں کی تشکیل جو کہ وطن سے غداری اور اس کے دشمنوں کے لیے کام کرنے کے ذریعے زمین پر تباہی مچاتی ہوں کیا ان کا بنانا دین می جائز ہے؟

میں نے بہت زور دیا - اور میں اب بھی زور دیتا ہوں - کہ یہ دہشت گرد گروہ جو مذہب کو لوگوں کو دھوکہ دینے اور

اپنے آمرانہ مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے شیطان کے ساتھ بھی اتحاد کرنے کے لیے تیار ہے اور اپنے مذہب اپنے وطن ، یا اس کی قیمت پر اپنے آمرانہ مقاصد اور عزائم کو حاصل کرنے کے لیے تیار ہے۔

ریاست کے نقطہ نظر اور کسی گروہ کی افادیت پسندی کے درمیان مصلحت

ریاست کے نقطہ نظر میں مصلحت کو عوامی مفاد سمجھا جاتا ہے، جو قوم اور اس کے تمام لوگوں کا مفاد ہوتا ہے، نہ کہ ذاتی یا جماعتی مفاد کہ جو چند افراد کے مفاد کو دوسروں اور ملک و قوم پر فوقیت دیتا ہے۔

جہاں تک گروپ یا پارٹی کے مفاد کو حاصل کرنے والے گروہ کے نقطہ نظر سے دلچسپی کا تعلق ہے تو یہاں شاید معاملہ انتہا کو پہنچ گیا ہے، ان کے لیے دلچسپی وہی ہے جو جماعت کی قیادت یا صرف جماعت کے مفاد میں ہو، یہاں تک کہ گروپ کے بقیہ اراکین یا جماعت سے وابستہ افراد کی قیمت پر، اور جہاں تک گروپ کے بقیہ ارکان یا جماعت سے وابستہ افراد کی بات ہے تو لیڈرز یا ان کے بچے قربانی نہیں دے سکتے تو وہ ان بقیہ لوگوں کی قربانی اپنے مفاد کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، ۔ الا یہ کہ ان رہنماؤں کے مابین تنازعات، دشمنی، پیدا ہو مگر یہ غنیمت ہے - جب کہ جماعت قربانیاں ہمیشہ آخری صفوں سے دی جاتی ہیں۔

یہ گروہ اعلیٰ قومی مفاد کو اپنے مفاد سے متصادم ہونے کی صورت میں قربان کر دیتے ہیں۔ درحقیقت بہت سے گروہ اور جماعتیں اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو ریاست کو مضبوط کرتی ہے وہ ان کے مفاد میں نہیں ہے، اور یہ کہ اگر ریاست متحد ہو تو یہ اتحاد ان جیسی مفاد پرست جماعتوں کے حق میں نہیں ہے، اور ان کے نزدیک انکی جماعتوں کی پختگی اور رچ بس جانے تک انہیں ریاست کو کمزور کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔

خاص طور پر زیادہ تر جماعتیں -دہشت گرد اور انتہا پسند۔ اپنے ممبروں اور وابستہ افراد کے مفادات کو گروپ کے مفادات سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں - خاص طور پر معاشی اور سماجی پہلوؤں میں - تاکہ گروپ کے مفادات کا دفاع ایک اہم مسئلہ بن جائے اور ممبران یہ کہ کسی دوسرت فرد کی زندگی کو اس کے گروپ کے باہر فائدہ نہ ہو سکے، اور اگر اس نے گروپ چھوڑنے کے بارے میں سوچا بھی تو اس کی زندگی کے بہت سے پہلو رکاوٹ ، یا تباہی کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ اس کی جان کو بھی خطرہ ہو۔

اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لیے وہ حیلے بہانے کرتے ہیں، بشمول: کہ ان کے کچھ حکمران اللہ کے قانون کے مطابق حکومت نہیں کرتے اور اس کے باوجود جب آپ ان گروہوں

کے عناصر پر اللہ کے قانون کے تصور کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو آپ ان کو خالی ہاتھ پاتے ہیں، اور یہ میری کتاب میں واضح طور پر وضاحت کی گئی ہے: ‹‹تصورات جنھیں درست کیا جانا چاہیے››۔ اور ‹‹دہشت گردوں کے دھوکے اور ان کی تردید›› مصری وزارت اوقاف کی طرف سے ہماری نگرانی کے تحت کام اور اس کا مراجعہ ہوا ہے[1]، یا کم از کم وہ اس کے لئے کس حد تک کام کرتی ہے اور اس کی تلاش میں لگی رہتی ہے، کوئی بھی فیصلہ جو انتشار اور اقربا پروری اور کارکردگی سے وفاداری سے دور انصاف، مساوات اور آزادی کے مفہوم کی روشنی میں ملک اور عوام کے مفادات کو حاصل کرنا چاہیے تو وہ ایک دانشمندانہ فیصلہ ہوتا ہے کہ جس پر غور کیا جاتا ہے، اس اہم عنوان کے تحت ، بہت ساری تفصیلات الگ ہو جاتی ہیں ، ان کا مقصد تمام انسانوں کے درمیان اپنی تمام سیاسی ، سماجی اور عدالتی شکلوں میں انصاف کا حصول ہے ناکہ رنگ، قومیت یا نسل کی بنیاد پر لوگوں میں امتیازی سلوک کرنا۔اور ہر وہ حکم جو اس مقصد کے حصول کے لئے کام کرنے کے ساتھ کھانے پینے، کپڑے، رہائش

---

(1) اس کتاب کا مطالعہ کریں: ‹‹تصورات جیھنں درتس کیا جانا چاہیے ›› صفحہ نمبر 29، نویں طباعت، اسلامی کونسل برائے اسلامی امور 2019، کتاب: ‹‹دہشت گردوں کے دھوکے اور ان کی تردید ›› صفحہ نمبر 7-32، طباعت اسلامی کونسل برائے اسلامی امور 2017۔

اور بنیادی ڈھانچے سے معاشرے کی بنیادی ضروریات فراہم کرنا چاہتا ہے جیسے: صحت، تعلیم، سڑکیں وغیرہ، جو ملک اور عوام کی زندگی صرف کرتی ہے، تو اس حکم کو اچھا فیصلہ سمجھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں اور عوام کے لئے مقبول ہو، اور اس فیصلے سے سوائے حسد کرنے والے، متکبر، ضدی، غدار یا ملک دشمن ایجنٹ ہی راضی نہیں ہوتے۔

نئے منافق

منافقت افراد اور قوموں کے لئے ایک مہلک بیماری ہے اور یہ کفر اور شرک سے زیادہ خطرناک ہے، جیسے اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا: «مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی وہ سنور گئے اورانہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لئے خالص کر لیا تو یہ مؤمنوں کی سنگت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا[1]»۔

جھوٹ، خیانت، دھوکہ اور وعدہ خلافی منافقت کی علامات میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی

(1) النساء: 145-146.

سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے[1]»۔

قرآن پاک نے ہمیں کافی جگہ منافقین کے احوال اور ان کے خصال کے بارے میں بتایا ہے اور ان میں سے چند یہ ہیں:
وہ زیادہ لالچی اور کم خوفزدہ ہیں، جیسے اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا:
«اور جب کوئی (ایسی) سورت نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معیت میں جہاد کرو تو ان میں سے دولت اور طاقت والے لوگ آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں: آپ ہمیں چھوڑ دیں ہم (پیچھے) بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔ انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں، بچوں اور معذوروں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے سو وہ کچھ نہیں سمجھتے[2]﴾۔ اور فرمایا کہ: «اور ان میں سے ایک گروہ نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ کہتے ہوئے (واپس جانے

---

(1) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب منافق کی علامات، حدیث نمبر 34، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب منافق کی خصال کا بیان، حدیث نمبر 106۔
(2) التوبہ: 86-87

کی) اجازت مانگنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہ تھے، وہ (اس بہانے سے) صرف فرار چاہتے تھے[1]﴾۔

اور انہیں علامات میں سے ہے کہ: وہ اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے ہی دوسرے امور کا جائزہ لیتے ہیں، جیسے اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا: ﴿اور ان ہی میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات (کی تقسیم) میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں، پھر اگر انہیں ان (صدقات) میں سے کچھ دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جائیں اور اگر انہیں اس میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ فوراً خفا ہو جاتے ہیں[2]﴾۔ اور فرمایا: ﴿اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو (بالکل دین کے) کنارے پر (رہ کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے، پس اگر اسے کوئی (دنیاوی) بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اس (دین) سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش پہنچتی ہے تو اپنے منہ کے بل (دین سے) پلٹ جاتا ہے، اس نے دنیا میں (بھی) نقصان اٹھایا اور آخرت میں (بھی)، یہی تو واضح (طور پر) بڑا خسارہ ہے[3]﴾۔

---

(1) الاحزاب: 13

(2) التوبہ: 58.

(3) الحج: 11.

اور ان علامات میں سے ہے: کرپشن ، بدعنوانی اور جھوٹی قسموں کی کثرت، جیسے فرمان الہی ہے: ﴿اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی (ہوتا) ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی بناتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ (آپ سے) پھر جاتا ہے تو زمین میں (ہر ممکن) بھاگ دوڑ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد انگیزی کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کر دے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا(1)﴾۔

اور اس میں سے ہے: رائے عامہ کو بھڑکانا اور سچے مومنوں کے دلوں میں کمزوری پھیلانا، جیسے فرمان باری تعالی ہے: ﴿اگر انہوں نے (واقعی جہاد کے لئے) نکلنے کا ارادہ کیا ہوتا تو وہ اس کے لئے (کچھ نہ کچھ) سامان تو ضرور مہیا کر لیتے لیکن (حقیقت یہ ہے کہ ان کے کذب و منافقت کے باعث) اللہ نے ان کا (جہاد کے لئے) کھڑے ہونا (ہی) ناپسند فرمایا سو اس نے انہیں (وہیں) روک دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ تم (جہاد سے جی چرا کر) بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اگر وہ تم میں (شامل ہو کر) نکل کھڑے ہوتے تو تمہارے لئے محض شر و فساد ہی بڑھاتے اور تمہارے درمیان (بگاڑ پیدا کرنے کے لئے) دوڑ

---

(1) البقرہ: 204-205.

دھوپ کرتے وہ تمہارے اندر فتنہ بپا کرنا چاہتے ہیں اور تم میں (اب بھی) ان کے (بعض) جاسوس موجود ہیں، اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے[1]﴾۔

اور آخری علامت یہاں ہے کہ: دشمنوں کے ساتھ اتحاد اور مذہب اور وطن کی قیمت پر ان کے ساتھ تعلق، جیسے اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا: ﴿سو آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں (نفاق اور ذہنوں میں غلامی کی) بیماری ہے کہ وہ ان (یہود و نصاریٰ) میں (شامل ہونے کے لئے) دوڑتے ہیں، کہتے ہیں: ہمیں خوف ہے کہ ہم پر کوئی گردش (نہ) آجائے (یعنی ان کے ساتھ ملنے سے شاید ہمیں تحفظ مل جائے)، تو بعید نہیں کہ اللہ (واقعۃً مسلمانوں کی) فتح لے آئے یا اپنی طرف سے کوئی امر (فتح و کامرانی کا نشان بنا کر بھیج دے) تو یہ لوگ اس (منافقانہ سوچ) پر جسے یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں شرمندہ ہوکر رہ جائیں گے[2]﴾۔

اگرچہ اوپر بیان کردہ منافقت کی علامات پرانی اور نئی منافقین کی خصوصیات ہیں لیکن نئے منافقوں میں دھوکہ دہی کی نئی

(1) التوبہ: 46-47.
(2) المائدہ:52.

شکلیں شامل ہیں جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر دین کے نام پر تجارت کرتےاور یہ گروہوں اپنے مفادات کے حصول کے لئے دین کا استحصال کرتے اور مذہب کو اقتدار کی سواری کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اور اسی طرح یہ لوگ رسمی و سیاسی مذہبیت کے مختلف رنگوں میں بکھرے ہوئے ہیں، اور اسي کے ساتھ نئے منافقوں کی طرف سے وطن کی دھوکہ دہی، تحقیر اور دین فروخت بھی ہوتا ہے۔ ان دہشت گرد گروہ کے عناصر کا مقصد ان ذرائع کو جائز قرار دیتا ہے- چاہے اس کے حصول کے کیے کوئی بھی ذریعے استعمال ہو- جیسے قتل و غارت گری، تخریب کاری، کفارہ اور دھماکہ، یا جھوٹ، بہتان تراشی اور بہتان تراشی، کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہوئے بڑے ہوئے ہیں اور وہ اندھیرے کے ان چمگادڑوں کی طرح ہیں جو کبھی روشنی میں نہیں رہ سکتے۔

دہشت گرد گروہ تمام ریاستی اداروں اور ان کے انتظامی و مشترکہ یونٹوں اور تمام اہم مفادات اور شعبوں میں اپنی نظر گڑائے اور جاسوس لگائے رکھتے ہیں، کہ اس طرح کے کام کے لئے کسی بھی ریاستی ادارے کی قیادت کا کام کرنے والوں کی احتیاط اور اچھی اسکریننگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور پر ہر ادارے کے حساس پہلو کے خلاف کسی کو کام کرتے ہوئے آہنی ہاتھ لیا جائے- بغیر کسی تردد کے - تاکہ وہ شخص کسی کی طرف سے اپنے

ملک یا اپنے ادارے کے ساتھ اپنی دھوکہ دہی نہ کر سکے، اور اس شخص کو کسی بھی دہشت گرد گروہ اور ان کی مالی معاونت حاصل نہ ہو یا وہ لوگ اس کا استعمال اپنے عزائم اور مفادات کی تکمیل کے لیے ہمارے وطن کو تباہ کرنے، قوم کے وجود اور ہمارے خطے کو تقسیم کرنے، انہیں کمزور، اداروں یا ریاستوں کا تباہ کرنے، اور اپنے کسی دوست کو فائدہ نہ پہنچا سکیں، اور تاکہ یہ لوگ برائی، تاریکی اور تاریک قوتوں کے ہاتھوں کے آلہ کار نہ بن جائیں۔

دلدل شدہ زمین

دلدل والی زمین وہ ہے جو نہ چراگاہ اگاتی ہے اور نہ ہی فصلیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ‹‹کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے، اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا[1]››۔

(1) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب سیکھنے اور سکھانے کا فضل، حدیث نمبر 79۔

اور جو شخص اللہ کے لیے لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا وہ اس دلدل والی زمیں یا بنجر زمین کی طرح ہے جو پانی نہیں پکڑتی اور کچھ نہیں اگاتی، چنانچہ بہترین لوگ وہ ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور ان کے شر سے لوگ دور رہتے ہیں سو تقوی اختیار کرو اور فحش کاموں سے بچو، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اللہ کے نزدیک ایک مرتبہ کے اعتبار سے وہ شخص سب سے برا ہے جسے لوگ اس کی بد خلقی کی وجہ سے چھوڑدیں[1]» ۔ اور فرمایا: ”کچھ لوگ نیکی کی چابیاں اور برائی کے تالے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ برائی کی چابیاں اور نیکی کے تالے ہوتے ہیں۔ اس شخص کو مبارک ہو جس کے ہاتھ میں اللہ نے نیکی کی چابیاں دے دیں اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس کے ہاتھ میں اللہ نے برائی کی چابیاں دے دیں[2]۔“ یہ بات بلاشبہ سچ ہے کہ تمام شدت پسند گروہوں کی جگہیں دلدل جیسی جگہیں ہیں جو پانی کو نہیں تھامتی اور کچھ نہیں اگاتی۔

جہاں تک اہل فضل اور پاکیزہ لوگوں کا تعلق ہے، تو ان لوگوں کے لیے اللہ نے اسلام کی خاطر ان کے سینے کھول دیے،

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب فسد اور شریر لوگوں کی یا جن پر گمان غالب برائی کا ہو، ان کی غیبت درست ہونا، حدیث نمبر 6054۔

(2) سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب: جو شخص سکی کی چابی ہو، حدیث نمبر 237۔

اور انہیں بھلائی کی محبت سے بھر دیا، چنانچہ اس نے مخلوق کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ان کا انتخاب کیا، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اللہ کے پاس ایسے لوگ ہیں جنہیں وہ اپنے بندوں کے فائدے کے لیے برکتوں کے ساتھ اکٹھا کرتا ہے، وہ ان لوگوں میں ان نیک لوگوں کی پہچان کرواتا ہے کہ جس کی وہ محنت کرتے ہیں، اور اگر وہ لوگ ان نیک لوگوں کی قدر نہیں کرتے تو وہ انہیں ان سے دور لے جاتا ہے اور دوسروں کو منتقل کرتا ہے[1]»۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اللہ نے ان کی تخلیق کو لوگوں کی ضروریات کے لیے بنایا ہے، اس لیے لوگ اپنی ضرورتوں کے لیے ان کے پاس جاتے ہیں اور یہی لوگ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہیں[2]»۔

یہ لوگ ہی وہ پھل دار درخت ہیں جو مفید ہیں لیکن یہ پھل انہیں دوسروں کے حسد یا نفرت سے دوچار کر سکتا ہے یا ان کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کر سکتا ہے، جو پرواہ کرنے میں ناکام رہے ہیں، اور بڑے کاموں کو چھوڑ کر چھوٹے کاموں میں مصروف رہے ہیں، اور جود کو بنانے کے بجائے دوسروں کو تباہ کر رہے ہیں۔ جہاں تک مردوں کی بات ہے ، وہ

---

(1) المعجم الکبیر، الطبرانی، جلد 13 صفحہ 14، حدیث نمبر 13925۔
(2) المعجم الکبیر، الطبرانی، جلد 12، صفحہ نمبر 358، حدیث نمبر 13334۔

شرمندہ ہیں کیونکہ چور صرف آباد مکانوں کے گرد گھومتا ہے نا کہ تباہ شدہ گھر کے گرد وہ بیوقوفوں کا مالک تھا۔تاہم صرف وفادار محب وطن بچوں کی طرف مارا گیا تیر ان کو اور مضبوط بناتا ہے اور ایک ایسا دھچکا جو کمر نہیں توڑتا بلکہ انہیں اور مضبوط کرتا ہے۔

پس عاقل ہمیشہ تعمیری سوچ رکھتا ہے نا کہ تخریبی اور وہ برائی کا جواب برائی سے نہین بلکہ اچھائی سے دیتا ہے، جیسے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے، اور برائی کو بہتر (طریقے) سے دور کیا کرو سو نتیجتاً وہ شخص کہ تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی گویا وہ گرم جوش دوست ہو جائے گا۔ اور یہ (خوبی) صرف اُنہی لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ (توفیق) صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہوتا ہے[1]﴾۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان جیسوں کی صفوں میں رکھے اور ان جیسے اخلاق دے اور ہمارا حشر ان کے زمرے میں کرے۔

---

(1) فصلت: 34-35

دانشمندانہ زہر

زہر کے درجات اور اقسام: زہر گلے سڑے کھانے، خراب دوا یا فاسد اشیاء کے استعمال کے نتیجے میں ہوسکتا ہے، اور کبھی زہر خون تک بھی پہنچ سکتا ہے، لہذا وبا زیادہ شدید اور اس کا نتیجہ اس سے بدتر ہے، لیکن ان تمام زہروں سے بدترین زہر فکری زہر ہے؛ جسمانی زہر کا اثر خواہ کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو، وہ زخمی شخص یا افراد کو زیادہ خطرہ نہیں دے سکتا اگر اس کا علاج اور اسے کنڑول کیا جا سکے تو اس کا اثر ختم ہو رہا ہے، لیکن فکری زہر کا اثر زخمی شخص کی مثال میں استعمال نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کی جگہ یا وقت کی حدود میں ، بلکہ یہ اکثر اس مثال کے سمندر سے باہر چلا جاتا ہے، اور اس زہر کے سمندر کی وسعت یا تنگی کا انحصار اس سوچ پر ہی منحصر ہوگا، اور یہ زہر وقت کی حدود سے باہر جا سکتا ہے جس میں وہ دہائیوں، صدیوں، نسلوں اور نسلوں تک رہتا ہے۔ اور اس کا اثر تخریبی کارروائیوں میں محض فکری انحراف سے آگے بڑھ سکتا ہے، جن میں سے کچھ تکفیری، بمباری، قتل و غارت گری، تباہی، بدعنوانی اور تخریب کاری ہو

سکتی ہیں، جن میں سے کچھ قومی ترقی کے ساتھ دھوکہ دہی یا ملک و عوام کو سستے داموں فروخت کرنا بھی سکتی ہے۔

اگرچہ قانون نے لوگوں کے کھانے، خوراک، دوا یا کپڑے میں ہیرا پھیری کرنے والے، منافع حاصل کرنے اور جلد امیر ہونے کے لئے جان بوجھ کر یا غیر ارادی طور کے لحاظ سے جرائم اور ان کے اثرات کے مطابق جسمانی زہر دینے پے جرمانے عائد کیے ہیں اور انہوں نے صحت کو تباہ کرنے اور زندگی کی تباہی کی طرف لے جانے والی فاسد اشیاء کی فروخت کے لئے پابندیاں عائد کیں جس کے نتیجے میں دماغ اور دماغ کے خلیوں کو نقصان پہنچانے اور انسانی صحت اور زندگی کی تھکاوٹ اور تباہی کے لئے ہر شکل اور اقسام میں سفید زہریلے مادوں اور دیگر منشیات کی اسمگلنگ روکنے کے لیے عمل کیا ہے، سو ہمیں ان مجرموں کی مزید روک تھام کے قوانین کی ضرورت ہے جو نوجوانوں کے ذہنوں کو تباہ کن خیالات سے زہر آلود کرتے ہیں اور تکفیر و قتل کا کھل کر مطالبہ کرتے ہیں اور ہمیں دہشت گردانہ نظریے کو جرم قرار دینے، نشر کرنے اور اسے پھیلانے میں مزید مستحکم قوانین کی زیادہ ضرورت ہے، چاہے وہ براہ راست نیٹ ورکنگ سائٹس کے ذریعے ہو، یا کچھ معاوضہ یافتہ کلائنٹ میڈیا کے صفحات یا سکرینوں سے پھیلایا جا رہا ہو۔

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مذہبی علما، دانشوروں، ثقافت، تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے دو عظیم کام ہیں:

پہلا: دہشت گرد انہ نظریے کی سنگینی کو تسلیم کر کے نوجوانوں اور معاشرے کو مجموعی طور پر اس فکری زہر کی برائیوں سے بچانے کے لئے کام کرنا، انتہا پسند نظریات کے کسی مالک یا لیڈر کو نوجوانوں کے ذہن اپنے غلط سوچ کے مطابق بنانے کے قابل نہ بنانے اور عقل و فکر کی تشکیل کے تمام اداروں، مذہبی، تعلیمی، تربیتی، ثقافتی یا میڈیا کو ان گمراہ انتہا پسند آوارہ گروہوں کے کسی بھی سلیپر یا پوشیدہ سیل سے پاک کرنا اور ان اداروں سے ان کے دہشت گرد عناصر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔

دوسرا اور سب سے اہم ہے: خالی جگہ کو پر کرنے اور مفید تمام چیزوں کے ساتھ عمل کے میدان پر حق کی بات پھیلانے کے لئے کام کریں،تاکہ ان گروہوں اور ان کے نظریات کے خطرے سے اپنے بچوں کے لئے مفید، نتیجہ خیز اور مضبوط بنا سکیں، کیونکہ باطل لوگ سوائے حق والوں کی عدم موجودگی کے کام کرتے ہیں اور اگر حق دار صحیح معنوں میں اپنا کام کرکے جھوٹ کے مالکوں کو ان کے جھوٹ پر پکڑتے ہیں، سو ہم سب کو مل کر کام کرنا چاہئے اور برائی، دہشت گردی اور ہمارے اندر چھپی گمراہی کی قوتوں کے سامنے مل کر وقت کے ساتھ دوڑ لگانی چاہیے۔

گویا ہمیں وسیع کمیونٹی آگاہی کی ضرورت ہے تاکہ دہشت گردی کو مسترد کرنے کے طور پر معاشرہ اس کے ساتھ بدتمیزی نہ کرے تاکہ کوئی ایک شہری یہ تسلیم نہ کر سکے کہ اس کا خطہ دہشت گردی یا دہشت گردوں کی آماجگاہ ہے کیونکہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں نہ کوئی اس کا عہد ہے، یہ کسی کی وفادار نہیں صرف اپنے آپ پر یقین رکھتا ہی اور وہ شخص اس سے فائدہ لیتا ہے جو اس کی حمایت کرتا ہے اوع اس کی پرورش، مالی معاونت کرتا ہے،جو کسی دوست و دشمن کی تمیز نہیں کرتا صرف اس کا ہوتا ہے جو اسے دہشت گردی کے لیے مالی معاونت فراہم کرتا ہے، کیونکہ دہشت گرد ہر انسانی حس کھو دیتے ہیں اور انسانیت کی خصوصیات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہ کسی بھی شکاری سے زیادہ وحشی ہو جاتے ہیں کیونکہ شکاری ایک جغرافیائی ماحول میں حرکت کرتا ہے اور اس حدود سے تجاوز نہیں کرتا، اور صرف اپنی بھوک یا خوراک کی ضرورت کی مقدار کا شکار کرتا ہے، لیکن یہ دہشت گرد ایسے سرکش ہیں جیسے قرآن پاک نے اللہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے بارے میں بتایا کہ جو تمام ادیان کی تعلیمات بھول گئے اور عام انسانیت کے مفہوم کو ترک کردیا۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:﴿ بے شک وہ تو چوپایوں کی مانند (ہو چکے) ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں[1]﴾۔ اور فرمایا:››اور

(1) الفرقان: 44

آپ انہیں اس شخص کا قصہ سنا دیں جسے ہم نے اپنی نشانیاں دیں پھر وہ ان سے نکل گیا اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان کے ذریعے بلند فرما دیتے لیکن وہ (خود) زمینی دنیا کی طرف راغب ہوگیا اور اپنی خواہش کا پیرو بن گیا، تو (اب) اس کی مثال اس کتے کی مثال جیسی ہے کہ اگر تو اس پر سختی کرے تو وہ زبان نکال دے یا تو اسے چھوڑ دے (تب بھی) زبان نکالے رہے[1]﴾۔

اور وہ ایسے ہیں جیسے شاعر نے کہا: «جو اختلاط کر گیا نہ دین کا رہا نہ نسب کا[2]»۔

یہ گمراہ بدمعاش نہ مذہب کے، نی اخلاقیات والے، نہ اقدار والے اور نہ ہی انسانیت والے ہیں بلکہ یہ ایک ایسا عفریت ہیں جسے مذاہب اور انسانیت کے تمام مفہوم سے ہٹا دیا گیا ہے اور عفریت بن گئے ہیں، نہ کہ ان لوگوں کے لئے، نہ کہ انسانی دنیا کے لئے یا جانوروں کی دنیا کے لئے، بلکہ یہ ذلیل فطرت کے حامل ایک اور کسی شئے کے ہیں جو انسانیت نے پہلے کبھی نہیں دیکھا، یہ دہشت گردی اور دہشت گردوں کی فطرت ہے۔

---

(1) الأعراف: 175-176

(2) یہ شعر دیوان نصر بن سیار الکنانی سے ہے، ص 28، طباعت بغداد، 1972م۔

انتہا پسندی کے مقامات

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے جدید ذرائع منہ کا نقاب ہیں کہ جیسے دو دھاری ہتھیار، جیسے کہا جاتا ہے کہ چاقو جو زندگی کے بہت سے استعمالات میں ناگزیر ہے، کچھ انتہا پسندوں کے ہاتھ میں انسانوں کا خون ذبح کرنے اور بہانے کا ذریعہ بن گیا ہے، وطن کے دفاع میں جو ہتھیار ناگزیر ہے وہ ناانصافی، جارحیت اور بغیر کسی حق کے انسانوں کے قتل کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اسی طرح بہت سی مصنوعات، ایجادات اور اختراعات سے بھی یہ کام لیا جا رہا ہے۔ ابلاغ اور اس کے ذرائع دانش مندی، علمی، مہذب مکالمے، علم و معرفت اور ثقافتوں کی منتقلی کا ذریعہ ہونے چاہئیں، ان میں کچھ بیرونی لوگ عام انسانی طرز کی فکری انتہا پسندی اور ریاستوں اور معاشروں کی تباہی، قومی علامات کو مسخ کرنے، ایک ہی ملک کے لوگوں میں جھگڑے اور تقسیم پھیلانے اور افواہیں پھیلانے کا ذریعہ ہیں لیکن دانشمند لوگ ان ذرائع ابلاغ سے اپنی بھلائی اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کی برائی اور نقصان سے خود کو بچاتے ہیں۔ جیسے اللہ نے فرمایا: ﴿اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے

تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ[1]﴾۔

اس کے لئے تصدیق اور شناخت کی ضرورت ہوتی ہے، خاص طور پہ اس وقت جب برائی کے افراد یا گروہوں کے صفحات اور ویب سائٹس کے ذریعے کیا شائع یا منتقل کیا جاتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے[2]۔'' یعنی اگر کسی شخص کا کوئی گناہ نہ ہوتا لیکن وہ صرف سنی سنائی بات بغیر تفتیش یا جانچ پڑتال یا ثبوت کے آگے پہنچا دیتا، تو صرف اسی وجہ سے وہ برباد ہو گیا۔

دہشت گرد گروہ اور جو اپنے ان کے ساتھ چلتے ہیں یا اپنے مدار میں گھومتے ہیں انہوں نے معاشرے کا توازن ختم ہونے اور سیاسی و سماجی اور اخلاقی طور پر بُری طرح گرنے کے بعد مواصلاتی مقامات پر توجہ مرکوز کرنے کا سہارا لیا ہے اور اسے قائم کیا ہے جسے ملیشیا اور الیکٹرانک بٹالین کہا جاتا ہے، اور یہ

---

(1) الحجرات: 6

(2) صحیح مسلم، مقدمہ، باب ہر سنی سنائی بات بیان کرنے کی ممانعت، حدیث نمبر 5۔

الکٹرانک میڈیا پر اور بڑے علاقوں میں زمینی خریداری کے ساتھ بہت سے بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں دہشت گردی کی سرپرستی اور حمایت کرنے والی ریاستوں اور اداروں کی مشکوک فنڈنگ کے ساتھ سرگرم ہیں تاکہ ان ذرائع سے ان کے گمراہ پلان کو راستہ دیا جا سکے۔

جان لیں کہ یہ ذرائع جھوٹی خبریں نشر کرنے سے آگے بڑھ کر بعض اوقات مطالعہ مواد نشر کرکے، یا تصاویر یا ویڈیو کی صورت میں طنز، تضحیک اور تحریف کا طریقہ اپناتے ہیں اور یہ لوگ بھول جاتے یا ان کو بھکا دیا جاتا ہے کہ انسان غلاط بات کرکےغضب الٰہی کا مرتکب ہوسکتا ہے کہ اللہ کو سننے والے سامعین، پیروکاروں پر ہنسا جائے تو انہیں آسمان کی اونچائی سے آگ مین پھینکا جائے گا۔ تاہم ان میں سے کچھ ویب سائٹس اور صفحات نے ان سب سے آگے بڑھ کر قتل و غارت، بدعنوانی، تخریب کاری اور تباہی کے لئے بڑے پیمانے پر بغیر مذہب، ضمیر، انسانیت کی قدر کئے اشتعال انگیزی کا آغاز کیا ہے، اللہ بدعنوانی اور بگاڑ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ہم درج ذیل بہت سی چیزوں پر زور دیتے ہیں:

- پہلا: ہر وہ چیز جو آپ کو رحم اور ایمانداری، کام کاج، پیداوار، تعمیر ، امن و سلامتی کی طرف لے جئے تو جان

لیں کہ وہ آپ کو حقیقی اسلام کی طرف لے جاتی ہے، اور ہر وہ چیز جو آپ کو بے حیائی اور دھوکہ دہی، توہین، عیاشی اور لوگوں کو جھوٹا قرار دینے، قتل و غارت گری کی تلقین کرنے، محفوظ کو دہشت زدہ اور تباہ کرنے، تخریب کاری اور بدعنوانی کرنے کی طرف لے جاتی ہے تو اس کا مذہب یا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ آپ کو مذہب اور عام نوعیت کے خلاف چیزوں کی طرف لے جاتا ہے۔

- دوسرا: اپنے نوجوانوں اور ہمارے معاشرے کو ان لوگوں کا شکار ہونے سے بچانے کی ضرورت ہے اور ہمیں ان گروہوں اور ان کے بدعنوان عناصر اور ان کی الیکٹرانک بٹالین کی نوعیت کو ظاہر کرنے میں وقت سے اگے دوڑ لگانی ہوگی تاکہ وہ سادہ لوح نوجوان ان کے دھوکے میں نہ آئیں اور ان کی پوری کائنات کے سامنے جھوٹ بولنے اور زندگی کا راستہ اختیار کرنے اور خدا کے بندوں پر بہتان تراشی کرنے کی پیشہ ورانہ مہارت کو ظاہر کریں تاکہ ان کا برا انجام ظاہر ہو جائے اور دوسری طرف ہمیں ایمانداری کی اقدار کو پھیلانے اور مستحکم کرنے اور خبروں کی تحقیقات اور تصدیق کرنے کی ضرورت کو پھیلانے کے لئے کام کرنا ہوگا، نہ کہ ہر وہ چیز جو سنی جاتی ہے وہ منتقل یا کہی جاتی ہے اس پر یقین کیا جائے۔

- تیسرا: یہ ضروری ہے کہ ان سائٹوں اور مشکوک صفحات کا اور ان کے مالکان چاہے وہ فکری تصادم رکھتے ہوں یا فیصلہ کن قانونی طریقہ کار کے ذریعے لڑنا چاہتے ہو تو ہمیں تمام طاقت اور فیصلہ کن انداز میں ان سے مقابلہ کرنا ہوگا، اور صرف قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ہی ملک کی سلامتی اور اس کی صلاحیتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے والوں پر پوری طاقت اور عزم کے ساتھ ان کے خلاف نہیں ہونا ہوگا بلکہ ہمیں بھی بیک وقت اور بغیر کسی ہچکچاہٹ یا انتھک تصادم کے ہر طرح کے برے لوگوں کا سامنا کرنا چاہئے، جو بھی جاہل یا گمراہ تھا، ہم نے اسے سکھایا اور اس کی رہنمائی کی، اور جو بھی فتنہ اور اس کے آقاؤں کے حامیوں میں سے تھا، ہم نے اسے نکالا اور اسے ہٹا دیا، اور جو بھی جرم، وسوسے اور گمراہی کا شکار تھا اسے فیصلہ سازی ، طاقت اور قانون سے غداری پر مزدوری یا حوصلہ افزائی کی گئی۔

انتہا پسند مقامات کے خطرے کو ختم کرنے کے لئے سائبر اشاعتی جرائم کی سزا میں اضافہ کیا جانا چاہئے کہ جس سے ملک کی سلامتی اور استحکام کو خطرہ ہے اور یہ قومی علامتوں کو مسخ کرنے کے لئے جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر کام کرتا ہے اور طنز و تضحیک کرکے عوام کو اپنے غلط افکار کی طرف راغب

کرنے اور ان کی توجہ مبذول کرانے کا ذریعہ سمجھتا ہے کیونکہ یہ اپنے مؤقف سے الفاظ اور کلام کو مسخ کرتا ہے اور اپنے تنظیمی خیالات اور انتہا پسندانہ نظریے کی خدمت کے لئے مذہبی متون کی گردنیں مروڑتا ہے۔

ہمارا راستہ اور اپنے ملک کے وفادار، سمجھدار اور ہر محب وطن کا راستہ تعمیر ہے نہ کہ انہدام، تعمیر نو اور تخریب کاری، حکمت و عقل کی آواز یہ ہمارا وطیرہ ہے ناکہ خون ریزی اور قتل و غارت۔ اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں بشمول مواصلاتی ذرائع کو برائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں استعمال کرنا، نیکیوں اور اقدار کو پھیلانا اور وہ سب کچھ جو مجموعی طور پر ملک، عوام اور انسانیت کے مفاد میں ہے ان کے لیے استعمال کرنا ہے۔

معاشرے کی سلامتی اور امن کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں عقلی تصادم میں اپنی کوششوں کو دلیل و ثبوت اور مذہب کے حقیقی بیان سے دوگنا کرنا ہوگا کیونکہ باطل کے لوگ سوائے حق والوں کی عدم موجودگی کے کام نہیں کرتے اور اگر اہل حق اپنے حق کو نظر انداز کرتے ہیں تو باطل کے مالک اپنے باطل کو تھام لیتے ہیں اور اللہ باطل قوتوں کے پیچھے ہے اور باطل لوگ خدا کی اجازت سے گھیرے ہوئے ہیں۔﴿اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم

کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ (مرنے کے بعد) کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں[1]﴾۔

اُصل خطرہ یہ ہے کہ ہمیں تماشائیکی طرح ہچکچاہٹ سے نہیں کھڑے ہونا، بلکہ ہمیں وقت کے خلاف ہر سطح پر ان الیکٹرانک بٹالین اور دہشت گرد عناصر کو مذہبی، ثقافتی، ذرائع ابلاغ، ان کے جھوٹ، جھوٹ، گمراہی اور غلط معلومات کو بے نقاب کرکے، بدعنوانی اور بدعنوانی، دھوکہ دہی اور روزگار، اور پورے معاشرے کے لئے ان کے خطرے کو، قومی ریاست کے وجود اور ڈھانچے کے لئے اور مجموعی طور پر انسانیت کے لئے گھیر کا قابو میں لانا ہوگا۔

تمام برے لوگوں کے ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑ کر مسلسل اس بات پر زور دیتے ہوئے یہ بتانا کہ ان مجرموں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اُن میں سے ایک ہیں اور ان کے اعمال ان سے بری ہیں، بلکہ یہ اسلام اور مسلمانوں پر بھاری بوجھ بنے ہوئے ہیں کیونکہ یہ ہمارے رواداری اسلامی مذہب کے چہرے کو مسخ کرتے ہیں۔

(1) الشعراء: 227

جماعت اخوان کے ایجنٹ

ہم سب اخوان کی خونی طبیعت، غداری، جھوٹ، غلط معلومات، گمراہی اور گھناؤنے مصلحت پر مبنی ان کے نظریے کو جانتے ہیں، کہ بزرگوں کی نوجوانوں کے لیے غلامی اور ان کے گمراہ نظریات کی اندھی تقلید کہ یہ لوگ اقتدار خریدنے کے لیے جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کیا جائے -جس کی لئے کسی اور پر دارومدار نہ ہو-، کیونکہ ان کا زیادہ تر پیسہ وہ پیسہ ہے جس کا کوئی مالک نہیں اور یہ نیکی کرنے کے نام پر عوام کو دھوکہ دے کر جمع کی گئی رقم ہے، اور جو عناصر ان کو یہ مال دیتے ہیں وہ ان کے حرام کے پیسے کو وائیٹ منی بنانے کے لئے پردہ ڈال دیتے ہیں جو کہ ان کو غلط افکار کی دیکھ بھال اور ان کے وطن کے ساتھ دھوکہ دہی کے انعام کے طور پر آتا ہے کہ جس سے یہ اپنا ایمان فروخت کرتے ہیں، اور اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتا ہیں اور یہ ان کے وطن کو تباہ کرنے اور ان عوام کے منصوبوں کو انجام دینے کی قیمت ہے جو انہیں تباہ کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ان مجرموں اور ان کے طرز عمل پر پردہ ڈالنا ایک بڑی دھوکہ دہی بن گئی ہے جسے ایک وفادار محب وطن برداشت نہیں

کرتا، کیونکہ ان کی برائی اس بات پر واضح ہو چکی ہے کہ وہ کہاں ہیں اور ان کا خطرہ مذہب، وطن اور انسانیت کے لیے قریب ہے سو اگر ان چیزوں ساتھ مل کر ان دہشت گرد گروہ کے ارکان اور کچھ عرب اور مغربی ذرائع ابلاغ کی جانب سے اس گروپ کے فنڈز اور ان کی حمایت کرنے والوں کے فنڈز سے استعمال ہونے والے کچھ اجرت کمانے والوں کی بے شرمی سے اس کے زہروں کو مستقل طور پر تباہ کرنے اور تشدد پر اکسانے کی کوششوں کے ذریعے ہمارے وطن کے خلاف ان کے زہروں کی ختم کیا جائے، اور خاص طور پر ہماری افواج، بہادر پولیس اہلکاروں اور ہر وفادار محب وطن کے خلاف یہ جو مھم جو ہیں سو ہر پہلو میں ان دہشت گرد لوگوں کو ختم کیا جائے تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ وہ ہمارے باپ دادا کے وطن کو کمزور کرنے کے لیے ہوا بھی نہیں دی سکتے ہیں۔

وہ سلامتی اور استحکام کے بارے میں اس ملک میں جو کچھ دیکھتے تھے اس سے خوفزدہ اور پریشان تھے کہ جو کچھ اللہ نے مصر اور اس کے عوام کو عطا کیا، مختلف سیاسی، معاشی اور سماجی شعبوں میں ترقی سے لے کر مصری خودمختاری اور فکری آزادی کی طرف کہ اس سب کو دیکھ کر ان کو یہ ہضم نہ ہوتا تھا، انہوں نے دیکھا کہ عظیم مصری جنی ترقیاں طے کرکے بوتل سے باہر آیا ہے سو وہ پاگل ہو گئے اور انہوں نے ان کامیابیوں کو کمزور

کرنے اور وطن کی ترقی میں رکاوٹ ڈالنے کی ناکام کوششوں میں خفیہ اور ظاہری طور پر اس کی طرف اپنے زہر آلود تیر برسانا شروع کر دئے مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے اور نہ وہ کبھی کامیاب ہوں گے، اگر اللہ نے چاہا، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی تجوریاں ان کے ہاتھ میں نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں کہ جو جب کوچھ کرنا چاہتا ہو تو امر کن سے کر دیتا ہے۔

ہم بہت سی چیزوں پر زور دیتے ہیں:

- پہلی اور سب سے خطرناک: کہ وہ لوگ جو اخوان المسلمون کی طرف سے مشکوک تحریکوں اور پلید شخصیات کے ساتھ ساتھ ملک کے دشمنوں کے لئے واضح اور ظاہری طور پر دھوکہ دہی کرتے ہیں، اس لیے یہ عمل کسی بھی محب وطن کو مشتعل کرتا ہے جو اپنے ملک کا وفادار ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم اخوان کے کرایے کے مجرم کہ سکتے ہیں کیونکہ ان کی بدنیتی اور ان کے اس جرم کو چھپایا گیا تھا وہ اب ظاہر ہوگیا کہ جس کو اب تلاش کرنے کے لیے فراست کی ضرورت نہیں، اب وہ اپنے وطن کی برائی، روزگار اور خیانت کو چھپانے کے قابل نہیں رہے جہاں وہ اپنے آقاؤں اور ان لوگوں کی خدمت میں دوڑتے ہیں جنہوں نے انہیں تنگ کیا اور کمزور کیا اور ہمارے وطن اور ہمارے خطے میں انتشار پیدا

کرنے میں ناکام رہے جو کہ ان کے وھم گمان میں نہ تھا، لہذا انہوں نے اسے ان لوگوں کے حوالے کر دیا جو ان کے ساتھ گڑبڑ کرتے ہیں تو انہوں نےایک ایک کر کے ان کو ظاہر کرکے ختم کرنا شروع کردیا۔

- دوسری بات: غیر قومی عناصر پر میڈیا کی روشنی نہ ڈالنا، میڈیا کے ذریعہ بااختیار نہ ہونا اور سوشل میڈیا پر انہیں گھیرنا، کیونکہ وہ لوگ جو انہیں استعمال کرتے ہیں وہ ان لوگوں کو پیغامات بھیجنے میں بہت محتاط ہیں اور وہ میڈیا یا ذرائع ابلاغ میں اپنی آواز رکھتے ہیں، تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ رائے عامہ کی تشکیل میں ان کی غلط فکر کا اثر و رسوخ ہو۔

تردد کا شکار

خاندان اور قبیلے کی حکمرانی کے تحت، معاشرے کو کئی اقسام، حصوں اور طبقات میں تقسیم کیا گیا، جن میں سے چند یہ ہیں: مزاحمت والا، ثابت قدم، خاموش،دھوکہ دہی کرنے والا، غیر فیصلہ کن، بھرنے والا، چہل قدمی والا، فائدہ اٹھانے اور مستفید ہونے والا۔

مزاحمتی معاشرہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اصولوں کو محفوظ رکھا اور اپنی سرحدوں پر کھڑے ہوئے، آمرانہ اخوان کے ظلم کے سامنے ہار نہیں مانی اور نہ ہتھیار ڈالے، چاہے وہ اپنے گھر یا قبیلے کے لوگ تھے۔جب کہ ثابت قدم؛ وہ سب سے زیادہ اور اہم تھے، ان کا کردار ثابت قدمی کی حد تک نہ صرف کھڑا تھا؛ بلکہ وہ اس سے آگے بڑھ کر مزاحمت کی حد تک پہنچ گیا اور اخوان کا دھڑا اس مزاحمتی ٹیم سے تنگ آ چکا تھا اور اس نے اس سے چھٹکارا پانے کی تیاری کرلی تھی لیکن خدا نے اخوان اور ان کے عہد کو جلدی ختم کر دیا اس طرح وہ ان مزاحمتوں کا غلط استعمال نہیں کر سکے، یہاں تک کہ ثابت قدم یا خاموش بھی نہ رہ سکے۔

کیونکہ اخوان اپنے دھڑے اور اپنے گروہ کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ باقی سب کو یا تو اسلام سے خارج یا حب الوطنی کی کمی یا نا اہل سمجھ رہے تھے، ایک اہم ترین چیز جس وجہ سے میں نے ان سے اختلاف کیا وہ دوسروں پر ان کی برتری کا احساس ہے، اور دوسروں کے بارے میں ان کا نقطہ نظر جو کہ حقارت پر مبنی ہے، گویا جنت صرف ان کے لئے ہے، اور ان کے سوا کسی اور کے پاس جنت کے دروازوں کی چابیاں نہیں ہیں، اور اگر وہ گناہ کبیرہ اور اس کے لوازمات کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کی غلطیاں اور جرم معاف کر دیا جاتا ہے، اور ان کی دلیل جائز قبول ہوتی ہیں۔

جہاں تک بڑی آفت کا تعلق ہے ، یہ کرائے کے لوگوں ، منافقوں اور فائدہ اٹھانے والوں بلکہ مال اور جاہ و سلطنت کے لئے ٹہلنے اور ایوانوں کے چکر لگانے والے اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ ان کو یہ سب مل جائے چاہے اس کے لئے انہیں جھوٹا وعدہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اخوان نے بے مثال چالاکی اور تیزی کا برتاؤ کر کے اپنے قریبی لوگوں کو متاثر کیا ہے اور انہیں اس دنیا میں من و سلوی اور آخرت میں ملنے واکی نعمتوں کی لالچ کا دھوکہ دیا ہے اور میں نے اپنے کانوں سے ان لوگوں کو سنا جو کہتے ہیں: اگر آپ ہمارے پیچھے ہوتے تو آپ من و سلوی کھاتے جیسا کہ ان میں سے بعض نے دعوی کیا تھا کہ جبریل

ان کے دہشت گرد گروہ کےاجتماعات پر اپنے پَر بچھائے بیٹھا ہے۔یہ لوگ اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں، کیونکہ میرا ایک دوست جو الازہر یونیورسٹی میں شعبہ طب کے پروفیسر تھے، انہوں نے مجھ سے کہا، ‹‹میں اب اخوان کو بخوبی جانتا ہوں اور ان کے جھوٹ سے ان میں فرق کرلیتا ہوں، مجھے کچھ لوگوں پر شک تھا کہ یہ اخوانی تھے یا نہیں کہ یہاں تک جب ان کا جھوٹ ظاہر ہوا تو مجھے یقین ہوا کہ وہ اخوانی ہیں، کیونکہ وہ جھوٹ سے اور جھوٹ ان سے وابستہ تھا، سوائے ان لوگوں کے جن پر میرا رب رحم کرتا ہے۔››

جہاں تک اصل غم اور حزن کا تعلق ہے تو وہ سب سے پہلے دھوکہ دہی کا شکار نوجوانوں اور بعض عوام پر ہے کہ جنہیں ان کے لئے مجبوری میں ترستے ہیں سو اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ دیر ہونے سے قبک ہی ان جیسے جوانوں کو بچا لیا جائے جس کے تمام اداروں کو بیداری پیدا کرنی ہوگی تاکہ نوجوانوں کو ان گروہوں کے خطرات اور ان کے تباہ کن خیالات سے نجات مل سکے۔

جبکہ منافق، مطلبی اور صرف اپنا فائدہ دیکھنے والے لوگ اصل میں زیادہ نقصان اٹھانے والے اور بے اخلاق ہیں۔

ا ور ان کے لئے شرم، ذلیل و خوار ہونا کافی ہے، چاہے وہ کتنا ہی دھوکہ دیں یا دھوکہ دکوائیں اور یہ ممکن ہے کہ رنگین لوگ ہر وقت میں کچھ لوگوں کو یا کم وقت کے لئےسب لوگوں کو بے وقوفبنائیں، لیکن یہ ہر وقت تمام لوگوں کو بے وقوف نہیں بنا سکتے۔

اس کے باوجود بھی وہ لوگ ہارے ہوئے گھوڑے پر شرطیں لگاتے تھے، وہم کا خدشہ رکھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ دن دوبارہ نہ پھر جائیں! اس لیے آپ کو ان کے لیے کوئی واضح موقف نہیں ملے گا، اور ایسے لوگ بھی ہیں جو مذہبی یا قومی مفاد کی مناسب تعریف کے بغیر تشدد، دہشت گردی، بنیاد پرست، دہشت گرد دھڑوں کی باقیات یا جو ان کے سلیپر سیل کے طور پر جانا جاتا تھا ان کے ساتھ اتحاد کرنے کے لئے تیار ہیں، اور ہم ان سب سے کہتے ہیں: جاگ جاؤ، ہچکچانا نہیں، اور حقیقت کا سامنا کرو، یا تو ہم ہیں یا ہم نہیں ہیں، لیکن درمیان سے لاٹھی پکڑنا ایک ایسا عمل ہے جو ناقابل تلافی ہے۔

دینی بیان میں غلطیاں اور خطائیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ بنی نوع انسان کی پوری تاریخ میں مذہبی مباحث کے مسائل سے نمٹنے میں کوئی تبدیلی یا تجدید، کسی لمبی مدت کے لئے امتحان سے پہلے اجماع یا اتفاق رائے کا موضوع نہیں ہوسکتی، جو کہ ثابت قدمی، محنت اور اپنے نئے فکری تصورات کو قائل کرنے کی صلاحیت کے یقین کے مطابق طویل اور مختصر ہوتی ہے۔ روایت پسندوں، قدامت پسندوں اور مستحکم حالات سے فائدہ اٹھانے والوں کو اتنی جلدی اور آسانی سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا جتنا کہ تزئین و آرائش کرنے والے خواہش رکھتے ہیں، اور نئے جتنے عقلمند مجددین ہیں اور جو ان میں نقص نہیں نکالتے تو وہ سری طرف نہیں جاتے کہ جس سے معاشرے کی ان کے خیالات کو قبول کرنے کی آمادگی، ان منجمد افکار والے دانشوروں کے لئے راستہ کاٹ کر اور انہیں قتل کرنے کا چیلنج دینے سے خوفزدہ ہیں، تاہم ، وہ اعتدال جس کی ہم سب تلاش کر رہے ہیں ، اور جس کا ہر گروہ اپنے لیے دعویٰ کرتا ہے ، بہت زیادہ الجھن میں پڑ گیا ہے ، یہاں تک کہ دو انتہاؤں کے درمیان بھی۔

یہاں موضوع تین عمومی پہلوؤں سے لیا گیا ہے:

تصور مقدس ، مقصد سے ذات کی طرف انحراف ہونے کا خطرہ اور عقیدے کی آزادی اور آزادی رائے کی حدود۔

پہلی جانب: یہ تصور مقدس ہے اور پرانے مقدس کے درمیان اس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسے صرف اس کے قدم پر بنایا گیا جائے، تاکہ بعض فقہاء کے الفاظ تقریبا مقدس متن کی حیثیت سے برابر ہو جائیں تاکہ وہ الفاظ جو اس کے وقت، مقام اور عمر کے تقاضے کے مطابق ہو جائیں، یہاں تک کہ ہم نے ان لوگوں کو دیکھا جو بعض مفسرین اور مورخین کے الفاظ اور شجرہ نسب اور سوانح عمر کی کتابوں میں سے بعض کے اوپر بیان کیے گئے ہیں۔

اور دوسرے سرے کے آخر پر، ہم ان لوگوں کو پاتے ہیں جو تجدید کے نعرہ سے لے کر ایسے معاملات میں کھلے عام ملوث ہوتے ہیں جو مستقل مزاج یا کم از کم اپنی حیثیت میں ہوتے ہیں، تجدید کے نعرے سے لے کر جو بعض لوگوں تک پہنچتا ہے، کبھی تنگ افق کے بارے میں ہو سکتا ہے یا مصلحت اور بدنیتی کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ ہم نہ ثابت کریں اور نہ انکار، کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور نیتوں کا لوٹنا کا اور ان کا مقصد بھی اسی ذات کے پاس ہے۔

اور ہمارے اس مضبوط دعوے کے ساتھ کہ ہمیں تجدید اور عقل کے ادراک کی ضرورت ہے اور ہم فکری جمود، پرانے دور کی کم علمی اور اجتہاد کے دروازےکو بند کرنے کے ساتھ اس میں تنگ نظری یا اس کا دروازہ ہی بند کرنا ان سب کے خلاف ہیں اور دانشوروں پر تکفیر کے فتوے یا ان پر ان کی حب الوطنی میں الزام لگانے کے خلاف سوائے کہ حتمی عدالتی فیصلے کے بعد ان پر حکم لگا ہو، اور مجھے یاد ہے کہ تمام عقائد کے لوگ اپنے اصولوں کو مجروح کرنا قبول نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے خلاف حد سے تجاوز کرتے ہیں ، یہاں تک کہ اگر دوسروں کی وجہ سے غلطی کا ثبوت یا ان کی بات منقول ہو۔

مذہبی مباحثے سے خطاب کرنے کی سب سے بڑی غلطی اور گناہ -جو کہ دوسرا پہلو ہے-، «مقصد سے ذات کی طرف جانا»، اور اس حد تک جو توہین اور متبادل توہین سے مشابہ ہے، اگر توہین اور واضح تہمت نہیں چاہے وہ علماء اور دانشوروں پر حملہ کرکے مکالمہ کرنے والوں یا انٹرویو لینے والوں کے درمیان ہو، تو جب بھی کوئی مفکر کسی موضوعی مسئلے کی بات کرتا ہے کہ جس میں بات کرنے اور مکالمے کے آداب کے ساتھ تنقید کی بنیادوں اور ماخذ کو مد نظر رکھا جاتا ہے، تو یہ رائے کا اظہار ہے جس کا مقابلہ دلیل، رائے، عقل اور منطق سے کیا جاتا ہے، لیکن جب یہ مفکر، محقق یا نقاد لوگوں کو غلط ثابت کرنے کے موضوع

نقطہ نظر سے باہر آتا ہے، چاہے وہ ہمارے مذہبی، علمی یا ثقافتی ورثے میں ہم عصر ہوں یا رائے ساز اور اثر انداز ہوں، تو یہ ناقابل قبول ہے، اور اسے برداشت یا اس پر صبر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کبھی یہ ان لوگوں کے لئے اشتعال انگیزی کا راستہ ہو سکتا ہے جو اِن جیسے لوگوں کی سوچ کے قائل اور عادی ہیں اور کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان مبلغین کا دفاع ایک جائز، ذہنی یا انسانی فرض ہے اور ایک نئ یا پرانی زبانی یا جدلیاتی جنگ ہے جو ہماری قومی تاریخ کے اس مختلف مرحلے پر نمٹنے کے لئے اہم ترین تصورات اور پچھلے مسائل سے ہے کہ جن سے ہماری تاریخ الگ تھی۔

اور تیسرا پہلو یہ ہے کہ جس کا تعلق صحیح تفہیم کے وصول اور آزادی رائے کی غلط تفہیم سے ہے، ہم عقیدے کی آزادی اور رائے کی آزادی میں فرق کرتے ہیں، جیسے ہم شریعت کے قواعد یا قانون یا عقل کہ جیسے لامحدود انتشار کے ذریعہ نظم و ضبط کی آزادی میں فرق کرتے ہیں، حالانکہ ہمارا مذہب لوگوں پر بوجھ یا جبر کو اس میں داخل کرنے کے لئے نہیں لے جاتا تھا۔ جیسے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے[1]﴾۔ پھر

(1) البقرہ: 256

فرمایا: ﴿اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور (اب) یہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے[1]﴾۔ اور فرمایا: ﴿حقیقت یہ ہے کہ جسے آپ چاہتے ہیں اسے راہ ہدایت پر آپ خود نہیں لاتے بلکہ جسے اللہ چاہتا ہے (آپ کے ذریعے) راہ ہدایت پر چلا دیتا ہے، اور وہ راہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے[2]﴾۔ پھر فرمایا: ﴿آپ پر تو صرف (نعلیمِ حق) پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے[3]﴾۔ اور اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا: ﴿(اے حبیبِ مکرّم!) شاید آپ (اس غم میں) اپنی جانِ (عزیز) ہی دے بیٹھیں گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے (ایسی) نشانی اتار دیں کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھکی رہ جائیں[4]﴾۔

اسلام نے عقیدے کی آزادی کی ایک واضح بنیاد قائم کی ہے جو اس کی رواداری اور وسیع ذہنیت کی تصدیق کرتی ہے ، لیکن یہ کچھ اور رائے کی آزادی کا تصور ہے جو کہ لاقانونیت یا افراتفری نہیں بننا چاہیے۔ آزادی رائے کے نام پر مستقل ، مقدس چیزوں

---

(1) هود:118

(2) القصص: 56

(3) الشوری: 48

(4) الشعراء: 3-4

یا لوگوں پر حملہ کرنا ایک اور چیز ہے ، لیکن یہ کہ ہمیں عمل کی فوری ضرورت ہے نہ کے دلیل کی، اور متفقہ باتوں پر جمع ہونا اور اس میں موجود مختلف لوگوں کی رائے کو قبول کرنے میں ایک دوسرے کو معاف کرنا اور عام معاشرتی ذوق کو برقرار رکھنے کے لئے توہین اور تہمت اور اسی طرح کی زبان میں نہ برا بھلا کہنا کہ جس بد زبانی کو ذہن قبول نہیں کرتا کہ جو ہمارے ذوق، اقدار اور تہذیب عرب اور اسلامی اعلیٰ درجے کے اساس کے لئے غلط ہے۔

فکر انسانی پر تنقید

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اپنی عصری دنیا میں متعدد فکری، علمی اور فلسفیانہ مکاتب فکر کے درمیان اپنی بہت سی ثقافتوں کے ساتھ کھڑے ہیں، جن میں سے کچھ صرف اپنے پرانوں کی پرانے ہونے پر تعظیم کرتے ہیں، چاہے ان وہ تقدیس کے لائق ہو یا نہ ہو، یہاں تک کہ فکر، ادب اور تخلیقی صلاحیتوں میں بھی، یہ ہر قدیم کو نئے پر موثر کرتا ہے، جیسا کہ ابن قتیبہ[1] اور دیگر نے بیان کیا کہ ایک شاعر نے الاصمعی کے شعر پڑھے، تو اس سے الاصمعی نے کہا: یہ خسروانی دیباج ہے، یعنی اچھی شاعری جو اس کی تعریف کرتی ہے، اور پھر اصمعی شاعر کے لئے بھیجے، پس شاعر نے جواب دیا: وہ اس کی شاعری سے ہیں، اور یہاں الاصمعی نے فورا اپنی رائے تبدیل کرتے ہوئے کہا: اس پر لاگت کا اثر واضح ہے، اور یہ صرف اس کی گھبراہٹ کی وجہ سے ہے کہ اس کے بغیر اس کے معیار یا اس میں کمی ہے۔

(1) الوساط نیں المتنبي وخصوبہ، ابی الحسن علی بن عبدالعزیز القاضی الجرجانی، تحقیق و شرح: محمد ابو الفضب ابراھیم، علی محمد الباجاوی، جلد، صفحہ نمبر 50، مطبوعہ عیسی البابی الحلبی۔

ہمارے بہت سے علما نے تنقید اور تردید کے ساتھ مصنف، مفکرین اور فلسفیوں کے طور پر یہی بات مخاطب کی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ نے علمی، فقہ یا شعر کو اور نہ ہی قوموں کو یا زمانے کو دوسرے زمانے پر بغیر تخلیقی صلاحیتوں کو یا کسی جگہ دوسری پر بلاوجہ فوقیت اور متاثر نہیں کیا ہے، اور اس لئے وہ لوگ کو قدیم کو صرف قدم کی وجہ سے برتری نہیں دیتے اور جدید یا معاصر کو صرف اس کہ جدیدیت یا عصری کے لئے اس کے حق کو کم تر نہیں سمجھتے، مگر اصل میزان منطقی موضوع ہے۔یہ دیکھنے کے لئے نہیں کہ کس نے کہا بلکہ اس نے کیا کہا، کیونکہ حکم کام پر لگتا ہے اس کے مالک پر نہیں ہے، اسی طرح متن پر نا کہ کہنے والے پر، تخلیقی صلاحیتوں پر نا خالق پر ہے، ہر سخی کے پاس ایک پیالہ ہوتا ہے، ہر عالم کے لیے ذلت ہو سکتی ہے اور ہر خالق کے کو زوال آسکتا ہے جبکہ کمال صرف اللہ کے لیے ہے اور عصمت اس کے نبیوں اور رسولوں کی ہے۔

دوسری طرف ، ایک اور گروہ ہے جو اپنی جدیدیت میں بہت آگے نکل گیا ہے اور انسانی ذہن کو اس وقت تک آزاد کرتا ہے جب تک کہ وہ مقدسات سے تقدس بڑھانے اور مقدس تحریروں کو تنقید اور تردید کے تابع انسانی تحریروں کی حیثیت کو کم کرنے تک نہیں جاتا ہے۔

بعض لوگ خاص طور پر انتہا پسند گروہوں میں اپنے بزرگوں، امیر اور رہنماؤں کو قرآن پاک کے برابر لے آتے ہیں یا اس سے بھی بڑھ کر انتہائی جاہل اور بے وقوف کی حیثیت والا بنا دیتے ہیں۔زیادہ تر انتہا پسند گروہوں کے نوجوان اپنے رہنما کے الفاظ کو تمام تر غور و فکر سے بالاتر رکھتے ہیں ، اور یہ مقدس ہے جسے رد نہیں کیا جا سکتا ، اور اس میں سوچنے یا ذہن کو سمجھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے ، حالانکہ اگر یہ ان کے شیخ کے الفاظ یا ان کی کتابوں ، لیکچرز اور تشریحات کے ذریعے ان میں داخل کی گئی چیز سے قرآنی تعلیمات متصادم ہوں تو ان میں سے کوئی آپ سے بحث کر سکتا ہے۔ انسانوں کی تعظیم یا احترام کا معاملہ، یا انہیں انتظار مہدی کی حد تک اٹھانا، ٹھوس منطقی سوچ کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔

تاہم ہم لوگوں کو ان کے رتبے میں رکھنے اور علما کی عزت اور انسانوں کی تعظیم یا ان کی حرمت کی کوشش کے درمیان ایک واضح فرق کرتے ہیں، وہ اپنے بڑوں کے الفاظ پر تنقید کو اسلام پر تنقید کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کتاب و سنت کی حقیقی تفہیم کو چیلنج کرتے ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ بعد تمام انسانوں کے کلام کو ادب کی روشنی میں قبول یا رد کیا جاسکتا ہے لہذا ہم ہمیشہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہمارے دینی ادارے

مسیحی ادارے نہیں ہیں اور نہ ہی ان جیسا بننا چاہتے ہیں اور نہ ہی وہ تفتیشی عدالتیں ہیں جن کا مشن بیان دینا ہے نہ کہ حساب دینا۔

مجھے تقریبا یقین ہے کہ ذہنی کمزوری، ہمارے کچھ نوجوانوں کی فکری اور ثقافتی ایک بڑی مشکل ہے اور یہ کہ ثقافتی افق کی تنگ حدود یا مصنف سے بعض معاملات کے غلط سلوک کی طرف انحراف کر سکتی ہے، یا اسے وصول کنندہ کے ساتھ تصادم میں ڈال سکتی ہے، چاہے وہ سننے والا ہو یا قاری، اور وہ وصول کنندہ کو مطلق ہتھیار ڈالنے یا گمراہ، دہشت گرد گروہوں کے بزرگوں کے سامنے اندھا دھند ہتھیار ڈالنے میں دھکیل سکتا ہے۔

تاہم جس بات پر زور دیا جانا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہمیں علمی، تعلیمی اور تربیتی نصاب کی اشد ضرورت ہے جو ہمیں حاصل کرنے، تعلیم دینے اور تقلید سے لے کر سوچ، اشتراک، تخلیقی صلاحیتوں اور تنقید تک لے جائے اور ایک ایسا خیال بن جائے جو تنقید اور اس کو بغیر کسی گھبراہٹ یا جذبات کے دیکھنے، جذب کرنے اور اس سے نمٹنے کی صلاحیت کو اس طرح قبول کرے کہ ہم سب تعمیری تنقید سے مستفید ہوں۔

لیکن ان لوگوں کی رہنمائی یا تنقید کے میدان میں داخل ہونا جن کے پاس نہ تو تجربہ ہے اور نہ ہی احساس اور نہ ہی صنعت،

فن یا رہنمائی اور تنقید کی اہلیت کے آلات ہیں، یہ وہ بڑی مصیبت ہے جو تاخیر کرتی ہے اور آگے نہیں بڑھتی، اور اصلاح کے بجائے فساد کرتی ہے۔

اسی طرح جب تک وفاداری، غیر جانبداری، خواہشات سے دوری اور حساب و کتاب صاف رکھنا واجب ہے، غیر معقول جدت، شہوات کا رجحان اور عدم مساوات کے ناسوروں میں گرنا ایک بڑی مصیبت ہے جسے ختم کرنا ضروری ہے، کیونکہ کچھ بیمار روحیں صرف تباہی کے طریقے کو جانتی ہیں۔

اپلائیڈ اور ریسرچ سائنسز کے مطالعہ اور نفسیات ، سوشیالوجی ، فلسفہ ، ادب ، تاریخ ، تہذیب اور شہریاری کے مطالعے کے درمیان ہمیں اپنی زندگی میں ایک بار پھر توازن پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمیں اس کی تنقید، موضوعیت سے معروضیت تک، انا کے بڑھنے سے لے کر پہچان اور دوسرے کے ساتھ لین دین اور تعاون تک، ہمیں نہ صرف یہ بات یقینی بنانے کے لئے سننے کی ضرورت ہے کہ ہم سنتے یا سناتے ہیں، اگر انسان کے پاس ایک کان اور ایک زبان ہے تو اسے اپنے الفاظ سے زیادہ سننا چاہئے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «جو کوئی اللہ اور آخرت کے

دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے[1]»۔

اور آخر میں اس بات کی تاکید کروں گا کہ صحیح کے بغیر صحیح نہیں اور اصلاح کے بغیر بقا نہیں جیسے اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا: « سو جھاگ تو بے کار ہو کر رہ جاتا ہے اور البتہ جو کچھ لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔»

(1) صحیح بخاری، کتاب: دل کو نرم کرنے والی باتوں کے بیان مس، باب: زبان کی (غلط باتوں سے) حفاظت کرنا، حدیث نمبر 6475۔

تعمیر اور تخریب

تعمیر اور تخریب میں فرق ہے۔اگر ہمارا دین تعمیر کا مذہب اور کائنات کا فن تعمیر ہے تو ہر وہ شخص جو آپ کو تعمیر و عمل، پیداوار و مہارت، سرکاری اور نجی سہولیات کے تحفظ، اور یقین کے راستے پر لے کر جاتا ہے تو وہ اصل میں آپ کو اسلام، حب الوطنی، تہذیب و نفاست، معاشرے اور انسانیت کی بھلائی کی طرف لے جاتا ہے۔اور جو کوئی آپ کو کسی اور راستے پر گھسیٹنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اس رجحان کو الٹ دیتا ہے، جیسے آپ کو گھسیٹ کر تخریب کاری، تباہی، حملہ کرنے یا ریاستی سہولیات اور بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچانے کے راستے میں تبدیل کرنے کی طرف لے جاتا ہے تو اصل میں وہ آپ کو اس دنیا اور آخرت میں تباہی کی راہ پر لے جاتا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿پس (اے منافقو!) تم سے توقع یہی ہے کہ اگر تم حکومت حاصل کر لو تو تم زمین میں فساد ہی برپا کرو گے اور اپنے (ان) قرابتی رشتوں کو توڑ ڈالو گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر للہ نے لعنت کی ہے اور ان (کے کانوں) کو بہرا کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ کیا یہ لوگ

قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے ہیں[1]﴾۔
اور فرمایا: ﴿اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی (ہوتا) ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی بناتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔اور جب وہ پھر جاتا ہے تو زمین میں بھاگ دوڑ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد انگیزی کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کر دے، اور للہ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے مزید گناہ پر اکساتا ہے، پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ یقیناً برا ٹھکانا ہے[2]﴾۔

جو لوگ تعمیر و ترقی کے لئے کام کرتے ہیں ان کے پاس مسمار کرنے یا تخریب کاری کرنے کے لئے وقت یا کوشش کا اضافی حصہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ تعمیر کی نوعیت اور اس کے مصائب سے واقف ہیں اور یہ کہ معمار تباہ کن نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کی روح نیکی، فن تعمیر، تہذیب اور نفاست سے بھری ہوئی ہے۔

جہاں تک ان تباہ کن لوگوں کا تعلق ہے جن کی روحیں بیمار ہیں جو سنجیدگی، جدوجہد، تھکاوٹ، پسینہ، کام اور پیداوار کے

---

(1) محمد: 22-24
(2) البقرہ: 204-206

لوگوں کے ساتھ چلنے کے قابل ہونے کی پرواہ کرنے میں ناکام رہے ہیں، انہوں نے اپنی پاکیزگی اور اپنی کمتری کے احساس کے لئے اپنی ستر اور شفا کے لئے سوائے غضب کے حسد اور نیکوں کی کمی کے، معاوضہ نہیں پایا ہے، جیسے قاضی علی بن عبد العزیز الجرجانی نے اپنی کتاب «الوساطہ بین المتنبی وخصومہ» کے مقدمہ میں بتایا کہ: کمتر لوگ دو آدمی ہیں: ایک شخص جو اپنی کمی لے کر آیا، اور اپنی مرضی سے اس کمی کو دور کرنے کے لئے بیٹھا، وہ فطری طور پر بھلائی میں حصہ ڈالتا ہے اور وہ اپنے حصے کے برابر اچھا کردار ادا کرتا ہے، اور دوسرے نے اپنی تخلیق کے ساتھ اس کمی کو ملا ہوا دیکھا اور اپنی فطرت کی ترکیب میں بھی ایسا ہی دیکھا، لہذا اس نے اپنے زوال سے مایوسی محسوس کی اور اپنی منتقلی کی پرواہ کرنے میں ناکام رہا، لہذا اس نے نیک لوگوں کی حسد اور ان کی کمیوں کی راحت کا سہارا لیا، وہ دیکھتا ہے کہ اس کی کوتاہیوں کی تلافی میں سب سے زیادہ باخبر چیزیں، اور اس کی عوارض کے بارے میں نااہلی نے کیا ظاہر کیا، ان کی شرکت کو ختم کرکے اس کی خصوصیت کی نشان دہی کی[1]۔

(1) الوساطہ نیں المتنبي وخصومہ، قاضی جرجلنی، جلد 1، صفحہ نمبر 3، مطبوعہ عیسی البابی.

یہ تباہ کن لوگ معاشرے اور اس کی سماجی اور معاشی سلامتی کے لیے ایک خطرناک خطرہ ہیں، شاعر نے کہا[1]: اگر تم اسے بناتے ہیں اور دوسرے اسے منہدم کرتے ہیں تو عمارت کب مکمل ہوگی؟

تاہم ہمارا مذہب تخریب و تباہی کے تمام رنگوں اور مفہوم کو مسترد کرتا ہے اور کائنات کی تعمیر و فن تعمیر اور انسانیت کے مفاد میں ہے۔ جیسے اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿اور زمین میں اس کے سنور جانے کے بعد فساد انگیزی نہ کرو اور ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اس سے دعا کرتے رہا کرو، بیشک للہ کی رحمت احسان شعار لوگوں کے قریب ہوتی ہے[2]﴾۔ اور فرمایا: ﴿سو تم للہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو[3]﴾۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب تعمیر کی ثقافت کو پھیلانے اور اس پر ایمان قائم کرنے کے لئے کام کریں اور جو کچھ انسان نے غلطی نہ کی ہوتی اور جو اس نے کیا وہ اس کے ساتھ نہ ہوتا اور یہ کہ تمام لوگ اگر کسی انسان سے

---

(1) دیوان صالح عبدالقدوس سے، تحقیق: ڈکٹر عبد اللہ الخطیب، صفحہ نمبر 117، مطبوعہ دار منشورات بصرہ.

(2) الاعراف: 56

(3) الاعراف: 74

آگے ہوتے تو وہ کوئی ایسی چیز نہ لیتے جو اللہ تعالیٰ نے اسے لکھی تھی اور اس تک نہیں پہنچتی اور اگر وہ اسے آگے بڑھاتے تو وہ اسے صرف اس جگہ پر لاتے جو اللہ نے اسے لکھ رکھی تھی۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: «اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہوکر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہوجائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچاسکتی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، قلم اٹھالیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہوگئے ہیں[1]».

ہمیں اپنے دلوں کو نفرت اور حسد سے پاک کرنے اور دوسروں کو تباہ کرنے یا ان کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے یا انہیں ناکام بنانے کی کوششوں میں رکاوٹ ڈالنے کیا ضرورت ہے؟ یہ سب کچھ ایمان یا اخلاقیات یا نیک انسانی اقدار نہیں ہیں، لیکن اس کے برعکس یہ حسد اور نفرت ہے جو اپنے مالک کو کھا جاتی

(1) سنن ترمذی، کتاب: احوال قیامت، رقت قلب اور ورع کے بیان میں، باب ہر قریب رہنے والے آسانی کرنے والے اور باوقار سنجیدہ کی فضیلت، حدیث نمبر 2516۔

ہے۔ جیسے ابن المعتز نے کہا[1]: حسد کرنے والے پر صبر کریں، آپ کا صبر ان کے لئے مہلک ہے، کیونکہ آگ خود کھا جاتی ہے اگر اسے کچھ اور کھانے کو نہیں ملتا۔

آئیے ہم سچی نیت اور اللہ کے لئے عمل کریں، پھر اپنے ملک اور اپنے معاشرے اور اپنے بچوں، پوتے پوتیوں اور اپنے لئے، کیونکہ جائز اور قومی فرض ہم سب سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم صفوں کو متحد کریں اور اپنے مذہب، اپنے وطن اور اپنے معاملات کی خدمت کی کوششوں میں شامل ہوں، اور ایک دوسرے کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں، بلکہ ایک دوسرے کو ایک دوسرے کے قریب کھینچیں، کیونکہ یہ حفاظت کا وال ہے، اور تباہی اور تخریب کاری سے خبردار رہیں کیونکہ وہ دین و دنیا میں تباہی و بربادی کا ذریعہ ہیں۔

(1) دیوان ان المعتز، صفحہ نمبر 389، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

مایوسی کے حامی اور امید کے حامی

لوگ مایوسی اور افسردگی کے کلچر سے تھک چکے ہیں، اور یہ ان کا حق بھی ہے، کیونکہ نرمی کی یہ تلخ ثقافت زنگ آلود دور اور تاریک روحوں سے خارج ہوتی اور سیاہ نظر آتی ہے، اور اس کو پیالے کا صرف آدھا خالی ہونا یا اس کا زنگ آلود پہلو نظر آتا ہے، وہ اپنی سیاہی کائنات کو دینا چاہتی ہے، اور اپنے دردوں اور سانحات کو بھولنا چاہتی ہے، جیسا کہ لیلی بنت طریف نے اپنے بھائی نمائندگی کی، جو اپنے بھائی ملک کے لئے نوحہ گری کی، جب وہ ہریالی سے ڈھکے سایہ دار خابور درختوں کے پاس گئی، اور اس نے چاہا تھا کہ یہ خشک،اور قحط زدہ ہوجائے۔

علماء نے مایوسی اور نا امیدی کو کبیرہ گناہ میں شمار کیا ہے اور ہم نے اپنے دین حنیف کو آسانی والا نا کہ مشکل اور اسی طرح خوشخبری سنانے والا نا کہ نفرت پھیلانے والے دین کا نام دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: «خوشخبری دو، دور نہ بھگاؤ، آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو[1]»۔

---

(1) ص یحیح مسلم، تاب: جہاد اور اس کے دوران مںں رسول اللہ ﷺ کے اپنائے کردہ طریقے، باب: آسانی پیدا کرنے اور دور نہ بھاگنے کا حکم، حدیث نمبر 1732.

ان لوگوں کا کیا ہوگا جن کے دل نفرت کی سیاہی سے بھرے ہوئے ہیں، انہیں کالے اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اور جو کچھ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے اس دنیا اور آخرت میں امید کے دروازوں سے کھولا تھا اس پر ناامید تھے، جیسے اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿اللہ انسانوں کے لئے (اپنے خزانۂ) رحمت سے جو کچھ کھول دے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور جو روک لے تو اس کے بعد کوئی اسے چھوڑنے والا نہیں، اور وہی غالب ہے بڑی حکمت والا ہے[1]﴾۔ اور فرمایا: ﴿اور اگر (ان) بستیوں کے باشندے ایمان لے آتے اور تقوٰی اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، سو ہم نے انہیں ان اَعمالِ (بد) کے باعث جو وہ انجام دیتے تھے گرفت میں لے لیا[2]﴾۔ اور فرمایا: ﴿اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک للہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں[3]﴾ اور اللہ نے فرمایا: ﴿آپ فرما دیجئے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس

(1) فاطر: 2
(2) الاعراف: 96
(3) یوسف: 87

نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقینا بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے[1]﴾۔

تاہم ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اس مایوسی کی کوششوں کے باوجود (کہ جو ہمارے دشمن ہم پر مسلط کرنے کے لئے کام کر رہے ہیں) امیدیں پھیلانے کے شعبوں میں بڑی کوششیں کی جا رہی ہیں، جبکہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ اگر سچے لوگ خلوص نیت کے ساتھ کام کریں تو جھوٹ لازمی طور پر ختم اور لامحالہ کچلا جائے گا، جیسے اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿یقیناً اللہ مفسدوں کے کام کو درست نہیں کرتا[2]﴾۔ اور فرمایا: ﴿اور اللہ اپنے کلمات سے حق کو ثابت رکھتا ہے۔ بیشک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے[3]﴾۔ باطل کا درخت اونچا اور بلند ہو سکتا ہے لیکن اس کی جڑیں نازک رہتی ہیں جو ہوا یا وقت کے سامنے ثابت نہیں رہتی لیکن سچائی کا درخت پہاڑوں کی طرح جم کے کھڑا ہے، جیسے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿کیا آپ نے نہیں دیکھا، اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کہ پاکیزہ بات اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط

---

(1) الزمر: 53
(2)یونس: 81
(3) الشوری: 24

ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں- وہ (درخت) اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے، اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور ناپاک بات کی مثال اس ناپاک درخت کی سی ہے جسے زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے، اسے ذرا بھی قرار (و بقا) نہ ہو۔ اللہ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔ اور اللہ ظالموں کو گمراہ ٹھہرا دیتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے[1]﴾۔

(1) ابراھیم: 24-27

مذہبی ذرائع ابلاغ اور انتہا پسندی کے درمیان مقابلہ بازی

اس میں کوئی شک نہیں کہ میڈیا رائے عامہ کو متحرک کرنے یا تیار کرنے کے لیے فکری اور ثقافتی لڑائیوں میں ایک اہم ہتھیار ہے۔

اگر عام طور پر ذرائع ابلاغ (جیسا کہ کہا جاتا ہے) دو دھاری تلوار ہے، تو میں نے اس بیان کے مطابق ہونے کے لئے اس عنوان کا انتخاب کیا اور مذہبی ذرائع ابلاغ اور انتہا پسندی کی تیاری یا تصادم پر اس کے اثرات کا انتخاب کیا تاکہ دونوں متضاد پر روشنی ڈالی جاسکے۔

اگر اس طرح کا عنوان ایک اسپیشلیزیشن کا موضوع بنے (جو کہ اس کا حق بھی ہے) جو ماسٹر یا ڈاکٹریٹ مقالہ یا ایک تعلیمی یا ادارہ جاتی مطالعے کی شکل میں سامنے آتا ہے جو اس کے تمام پہلوؤں کو دریافت کرتا ہے تو میں منظر کے ایک پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا جو محققین کے لئے اِس شعبے میں وسیع مطالعے کا دروازہ کھول سکتا ہے۔

فکری اور مذہبی مسائل سے موضوعی طور پر نمٹنے کے سنگین مسائل ہیں اور ان پر سنجیدہ علمی بحث خاص طور پر دہشت گردی اور انتہا پسندانہ نظریے کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں کی جاتی ہے، اور ان ذرائع کی حوصلہ افزائی، بڑھائی اور ان پر روشنی ڈالنا ضروری ہے اور پھر ان سب کو وقت کے موجودہ حالات کے اعداد و شمار اور اس کی پیش رفت اور مسائل کے مطابق خود سے ترقی کرنی چاہیئے۔

ان ذرائع کی کامیابی یا تو خالص مذہبی نقطہ نظر کی وجہ سے ہے یا مذہبی و قومی اور تعلیمی نقطہ نظر کی وجہ سے یہ جانبدارانہ کشیدگی سے دور ہے اور کسی مذہبی گروہ یا سیاسی دھڑے پر اس کا انحصار نہیں ہے۔

لیکن اگر ہمیں اس سیاہ سال کی یاد میں بلایا جائے جسے لیڈر کے حکم کا سال یا مقطم کی جماعت یا گھر اور خاندان کا سال کہا جاتا ہے، تو ہم اس بات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہم بھولیں نہ اور ہماری یادداشت ختم نہ ہو جائے کہ ان کے ذرائع ابلاغ کی جانب سے نشر کیے جانے والے اعلان میزائلوں کی طرح تھے، یا آثار قدیمہ کو تباہ و برباد کرنے کی دعوت یا اس طوفان تکفیر یا یا دھمکیاں، بہتان، اور بے تکلف توہین، اس وقت کچھ مذہبی پروگرام اخوان المسلمون اور سیاسی اسلام گروپوں، دھاروں اور

جماعتوں کے لیے جانبدارانہ پروگراموں میں تبدیل ہو گئے جن میں کوئی استثنیٰ نہیں تھا۔

مذہبی ذرائع ابلاغ کے تمام اعتدال پسند ذرائع کی حمایت کرنے اور دینی معتدل شخصیات چاہے وہ اپنے مکالموں یا مضامین اور تحریروں کے ذریعے ہوں کہ ان کی مالی معاونت کی جائے اور میڈیا سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صرف ماہرین کے لئے جگہ بنائیں، اور نااہل اور غیر ماہرین کو ان ذرائع ابلاغ کو دینی افکار کے فروغ میں استعماک کرنے کی اجازت نہ دیں، تاکہ ہم مل کر بغیر علمی انتہا پسندی اور فتوے کے ذرائع کو ختم کر سکیں اور ان جیسے دعوت دین دینے والوں کو معاشرے کے ذہن اور اس کے فکری تحفظ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کا دروازہ بند کر سکیں۔

ہم بعض مذہبی ذرائع ابلاغ میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کے بعض عناصر کی تحریری، تدوین یا کسی اور طرح سے دراندازی، یہاں تک کہ گھناؤنی پرہیزگاری کی چھتری تلے بھی چھپے ہوئے چہروں کے خلاف بھی متنبہ کرتے ہیں، کیونکہ عسکریت پسند گروہوں کے عناصر کے ان تمام ذرائع کو صاف کرنا ایک مذہبی اور قومی فریضہ ہے۔

دہشت گردی کی آماجگاہوں کا خاتمہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی کسی بھی ماحول، وطن یا خطے میں اس وقت تک دراندازی نہیں کر سکتی کہ جب تک کہ اس کے پاس دو عناصر نہ ہوں: ایک جو اسے دھکیلتا اور اس کی مالی مدد و حمایت کرتا ہے اور دوسرا جو اسے پالتا اور پناہ دیتا ہے۔

پہلا عنصر وہ ہے جو دہشت گردی کو چلاتا، مالی امداد دیتا، اس کی حمایت کرتا ہے اور اسے کھلاتا ہے، جو بلاشبہ ہمارے مذہب، ہمارے وطن اور ہماری قوم کا دشمن ہے اور دوسرا عنصر آماجگاہیں ہیں کہ جن وہ پناہ اور رہائش دیتا ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ سیاہ دہشت گردی ان خطرناک عناصر اور مرکبات کی لہروں کے ساتھ لوگ جو ہر طرف سے آئے اور جمع ہوئے یہ سب نہ ہوتا اور یہ لوگ کسی بھی ملک کی صفوں میں داخل نہ ہوتے اگر ان کے پاس یہ آماجگاہیں نہ ہوں جو ان کی دیکھ بھال، انہیں رقم یا ہتھیار اور مدد کے دیگر طریقے فراہم کرتے ہیں اور انہیں سازگار ماحول

میں معلومات فراہم کرتے ہیں کہ جو ایسی دنیا ہے جہاں تکنیکی، الیکٹرانک، معلوماتی، ذرائع ابلاغ اور نفسیاتی جنگوں میں مخالف کو زیر کرنے، اس کے حوصلے کمزور کرنے اور اسے دھکیلنے کے اہم طریقے، ذرائع اور اوزار بن کر دوسروں کے لئے مایوسی بن چکی ہیں۔

جس طرح دشمنوں پر فتح حاصل کرنے اور بہت سی لڑائیوں کو حل کرنے میں نام نہاد لاجسٹک سپورٹ انتہائی اہم ہے، اسی طرح دہشت گرد اور دہشت گردوں، انتہا پسندی اور انتہا پسندوں کی اس حمایت کو ختم کرنے سے ان کے خاتمے اور فیصلہ کرنے میں تیزی آتی ہے اور دنیا و انسانیت کو ان کی پوشیدہ برائی سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔

اس کے لئے وسیع علمی و باخبر مطالعات کی ضرورت ہے تاکہ دہشت گردی اور اس کے انتشار سے ہونے والی کارروائیوں سے فائدہ اٹھانے والوں کا پتہ چل سکے، چاہے وہ ہدایات دینے والے یا اکسانے والے یا پایہ تکمیل کرنے والے یا مالی مدد فراہم کرنے والے ہوں تاکہ ان کا مقابلہ صوابدید کے ساتھ اور فیصلہ کن طریقے سے کرنے کے لیے کام کیا جائے، بلکہ دہشت گردی کی حمایت یا مالی معاون ثابت ہونے والے کسی بھی شخص کے فنڈز ضبط کر لئے جائیں کیونکہ یہ گندا پیسہ جو قتل اور تخریب

کاری کی مالی مدد کے لیے ہے اسے تعمیر اور تعمیر نو کے فائدے کے لیے ضبط کیا جانا چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے[1]﴾۔ فقہاء نے احمقوں کے پیسوں سے نمٹنے کے لئے کتابوں میں ایک باب قائم کیا ہے جسے (باب الحجر) کہتے جس کا مطلب ہے روک لگانا اور محفوظ کرنا اور اسے دو حصوں میں تقسیم کیا: «دوسروں کے حق کے لئے روک لگانا» یعنی قرض دہندگان کے فائدے کے لئے اور دوسرا «مال کے حق لئے روک لگانا»، جو احمق اور فضول خرچ پر پابندی ہے کہ جو فضول خرچی سے پیسا ضائع کرتا ہے تو اس کے مال کو حفاظت سے استعمال کرنا تو آپ اس بارے میں کیا سوچتے ہیں کہ جو قتل، تخریب کاری، بدعنوانی اور بدعنوانی میں مال کو استعمال کرتا ہے اس کے پیسے کے ساتھ کیا کیا جائے؟؟ .

اس دہشت گردی کے نظریہ ساز موجود ہیں جن میں سے کچھ کھلے عام اسے بغیر کسی برابری کے بھڑکاتے ہیں اور کچھ وقتا فوقتا اپنے زہروں کو میٹھے انداز میں بھی نشر کرتے ہیں۔

اور ہم اس حالت میں ہیں کہ ان منافقین اور رنگ سازوں کو برداشت نہیں کرسکتے، جیسے اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: «اگر

(1) النساء:5

تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور تمہیں کوئی رنج پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرتے رہو اور تقوی اختیار کئے رکھو تو ان کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، جو کچھ وہ کر رہے ہیں بیشک اللہ اس پر احاطہ فرمائے ہوئے ہے(1)﴾۔ سو اگر ریاست اچھی ہو تو کہتے ہیں: ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے اعمال میں برکت کی امید کرتے ہیں اور اگر کچھ نقصان ہوتا ہے (اللہ نہ کرے) تو وہ ایک خستہ چہرہ ظاہر کرکے ماتم کی زبانوں میں بات اور عداوت اور جلن کا مظاہرہ کریں گے اور یہ چیز ان کے سینے میں چھپے ہوئے کو ظاہر کرتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی اور دہشت گردوں کی حمایت کرنے والوں میں سے کچھ کو چھوڑنا یا ان سے آنکھیں بند کرنا انتہائی خطرناک ہے، اور ان میں سے کسی کو بھی ریاست کے کسی بھی مشترکہ حصے سے فعال کرنے سے زیادہ خطرناک ہے، خاص طور پر خدمات کے پہلو جو براہ راست شہریوں کی زندگیوں کو متاثر کرتے ہیں، کیونکہ انہیں احساس ہے کہ ان خدمات میں خلل، غصہ، بڑبڑاہٹ، غضب اور انتشار کو بھڑکانے کا ایک طریقہ ہے، سہولیات اور خدمات کے کام کے

---

(1) آل عمران: 120

انتظام کی حمایت صرف ان لوگوں کو دی جانی چاہئے جو اپنے ملک کے ساتھ ان کی وفاداری، ان کی خدمت کے لئے ان کی لگن اور ان کی دیکھ بھال کے بارے میں یقین رکھتے ہیں۔ اس پر لوگوں کی ضروریات، ان کی راحت کی دیکھ بھال کو یقینی جانیں اور یہ کہ مذہب اور ایمان کی صلب دیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ‹‹اللہ کے پاس ایسے بندے ہیں جو بندوں کے منافع کے لیے خاص طور پر رکھے گئے ہیں اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ اور اگر وہ اسے روکیں تو اسے ان سے نکال کر دوسروں کو دے دیتے دیں[1]››۔ اور فرمایا: ‹‹اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان پر سختی کرے، تو اس پر سختی فرما، اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا اور ان کے ساتھ نرمی کی، تو اس کے ساتھ نرمی فرما[2]››۔

جس طرح ہمیں انتہا پسندی کے حامیوں اور ان کے وفاداروں کو خدمت عوام کی سہولیات کا اہل نہیں بنانا چاہئے، اسی طرح

---

(1) المعجم الکبیر، الطبرانی، جلد 13، صفحہ نمبر 14، حدیث نمبر 13925

(2) صحیح مسلم: کتاب: امور حکومت کا بیان، باب: عادل حاکم کی فضیلت 'ظالم حاکم کی سزا 'رعایہ طے ساتھ نرمی کی تلقین' اور ان پر مشقت ڈالنے کی ممانعت، حدیث نمبر 1828۔

سب سے پہلے یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو ثقافتی، فکری یا تعلیمی پہلوؤں سے اہل نہ بنایا جائے تاکہ معاشرے میں ان کے دہشت گردانہ خیالات، خاص طور پر نوجوانوں میں ان کے ابھرتے ہوئے خیالات کے زہروں کو روکا جا سکے، اور ہمیں معاشرے کے لئے ان کے زہروں، برائیوں، گناہوں اور فکری، اخلاقی اور سماجی جرائم سے نجات دلانے کے لئے تیزی سے اور فیصلہ کن کام کرنا ہوگا۔ ﴿اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے[1]﴾۔

---

(1) یوسف: 21

معاشرے کو انتہا پسندی سے بچانا

اس میں کوئی شک نہیں کہ انتہا پسندی مذہبی تشخص اور قومی تشخص کے لیے خطرہ ہے، مذہبی تشخص کے اس لحاظ سے کیونکہ انتہا پسند گروہوں نے مذہبی مباحثے کو ہائی جیک کرنے اور اسے نظریاتی طور پر اس کے عزائم اور مالی معاونت کرنے والوں کے عزائم کی تکمیل کے لئے ان کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے خطے کی ریاستوں کو تباہ کرنے اور ان کی اساس کو ختم اور ان کی بنیاد کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا ہے، کیونکہ جو کوئی بھی یہ سنتا ہے کہ کوئی مذہب یا جماعت انسانوں کو ذبح کرنے، جلانے اور ان سے بدسلوکی کی اجازت دیتا ہے تو سننے والا فورا اس دین کا جماعت کا انکار کردے گا کہ جس دین میں افتراء کے بارے وہ دعوی کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے نیک رسولوں اور دیگر کتابوں کے خلاف بہتان تراشی کا مذہب ہے۔وطن کے حوالے سے یہ بدمعاش جماعت کسی وطن یا قومی ریاست پر یقین نہیں رکھتی بلکہ انہیں وطنوں کو تباہ کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نقطہ نظر میں زمین کی کوئی عزت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی کی انسانیت کی نمائندگی کرتی ہے جبکہ اسلام نے

وطن کا دفاع کرنے کو واجب کیا ہے اور اس زمین پر موجود تمام سانسوں اور پیسوں سے اسے چھڑایا جائے۔اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہمیں فوری طور پر انتہا پسند نظریات اور انتہا پسند گروہوں کو ایک ساتھ ختم کرنے کی ضرورت ہے، سوچ کا خاتمہ ہمیشہ سب سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ آپ کسی دہشت گرد یا انتہا پسند گروہ کو ختم کر سکتے ہیں اور کوئی اور گروہ آپ کے سامنے مضبوط سے مضبوط ہو کر سامنے آئے گا، اگر ہم انتہا پسندانہ نظریے کو ختم کرنے اور اس کے جھوٹ، بدعنوانی، اور کرپشن کو بے نقاب کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو ہم مسئلے کی جڑوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

محاذ آرائی کی حکمت عملی دو اہم محوروں پر مبنی ہونی چاہیے۔

پہلا محور: انتہا پسندانہ نظریے کا خاتمہ، انتہا پسندانہ جھوٹ اور ان کے دلائل کی تردید، اور رواداری کی اقدار کو پھیلانے کے لئے کام، مساوی شہریت کی بنیادوں کو مستحکم کرنا، قومی ریاست کی قانونی حیثیت کو مستحکم کرنا اور دہشت گردی و انتہا پسندانہ نظریے کے خاتمے کے لئے قومی صف بندی ناگزیر ہے۔

تصادم کی حکمت عملی کا دوسرا محور تین ستونوں پر مبنی ہے:
پہلا: تربیت اور بحالی کے پروگراموں کے ذریعے دعوت دین کے شعبے میں کارکنوں کی اچھی تربیت اور اہلیت کرنا ہے کہ جو انہیں اپنے مشن کو موثر اور مہارت سے انجام دینے کے قابل بناتی ہے۔

دوسرا ستون یونیورسٹی و سکول کے طلبا، کھیلوں اور سماجی کلب کے ممبرز، فیکٹریوں اور ثقافتی محلوں کے لوگوں کے ساتھ سیمیناروں، اسباق اور کھلے مکالمے کی ملاقاتوں میں تیزی لانے اور ان کو خود کے باتتے قائل کرنے کے ساتگ یقین کی حکمت عملی کو فعال کرنا ہے، اور بستیوں اور دیہاتوں میں انتہا پسندوں کے شکوک و شبہات کا جواب دینے کہ جس میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے سخت محنت اور مسلسل محنت کی جائے۔

جہاں تک تیسرے ستون کا تعلق ہے تو یہ ایک بہت بڑے فکری منصوبے پر مبنی ہے جو وقت کی نوعیت کے مطابق ہمارے علمی و فکری ورثے کے تمام پہلوؤں کا جامع، عمومی اور غیر منتخب جائزہ لے گا اور قانون سازی کے عمومی مقاصد کے فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے جدت کے تحفظ کی روشنی میں اس کی پیش رفت کو مدنظر رکھے گا کہ جس کی خلاف ورزی کسی صورت قبول نہ کی جائے گی۔

ایسا کرنے کے لئے ہمیں ان انتہا پسند گروہوں کو دنیا کے سامنے لانا اور بے نقاب کرنا ہوگا، ان کے کام، مذہب اور قوم کے ساتھ دھوکہ دہی کو ظاہر کرنا ہوگا اور ان گمراہ دہشت گرد گروہوں کی جہنم سے فرار میں کامیاب ہونے والوں کی گواہیوں کو اجاگر کرنا ہوگا اور یہ کہ وہ نوجوانوں سے جو وعدہ کرتے ہیں وہ

جھوٹ اور جھوٹی زندگی ہے جو اس زمین پر موجود ہی نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مرضی سے اس تباہ کاری میں شامل ہوتے ہیں، اگر وہ صرف ان گروہوں کی جہنم سے فرار ہونے کے بارے میں سوچنے کا سوچتا تو وہ جان لے کہ ان کے پاس رہنا گویا ذبح، جلنے یا مرنے کے مترادف ہے۔

خون ریزی، مال و عزت کی بے حرمتی ، اور لوگوں کو کافر قرار دینے کی چال کی بھی مذمت کرنا لازمی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو ان کے قتل اور ان کی عورتوں اور مال کی بے حرمتی کا جواز پیش کریں ، جس کے خلاف اللہ نے خبردار کیا ہے، فرمایا: ﴿اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم دنیوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت اَموالِ غنیمت ہیں۔ اس سے پیشتر تم (بھی) تو ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا پس (دوسروں کے بارے میں بھی) تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے[1]﴾۔

(1) النساء: 94

انہوں نے جہاد کے نام پر جھوٹے، توہین آمیز اور اللہ اور رسول پر بہتان تراشی کرنے کے لئے قتل اور خون ریزی کا بھی مطالبہ کیا حالانکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ صرف بہتان اور جارحیت ہے جس کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی جہاد وہ ہے کہ جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں۔

اللہ کی خاطر جہاد قتل سے وسیع تر مفہوم میں ہے، جہاد بنفس کرکے بھی جہاد کیا جاتا ہے کہ جس سے ایمانداری و اخلاقیات کے اعزاز سے وابستگی ختم کرنے اور گناہ کے عہد اور دیگر اعلی اخلاق کو پورا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

جہاں تک جہاد کا تعلق ہے جو لڑائی یا جنگ کے معنی یہ صرف سرپرست یا صدر مملکت کا حق ہے کہ وہ وطن کا دفاع کرے، ریاستوں کو اجازت دی جائے کیونکہ یہ انفرادی طور پر لوگوں کے لیے، کسی جماعت کے لیے، کسی گروہ کے لیے، یا قبیلے کو اس طرح کے جہاد کا اعلان کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ ہر ریاست کے آئین کے مطابق حاکم یا سرپرست کے لیے، اور اسے جنگ اور امن کی حالت کا اعلان کرنے کا حق دیا جائے، چاہے آئین اسے سربراہ مملکت یا اس کی قومی سلامتی کونسل کو یا اس کی پارلیمنٹ کی رائے لینے کے بعد صدر کو دے۔

اہم بات یہ ہے کہ جنگ کی حالت کے اعلان کا معاملہ افراد یا گروہوں کا نہیں ہے ورنہ وہ ملک کم اور تباہی کا گڑھ زیادہ لگے گا اور ہم زمانہ جاہلیت میں لوٹ جائیں گے، جیسے شاعر نے کہا[1]:

لوگ تباہی کو ٹھیک نہیں کرتے ، ان کے پاس کوئی راز نہیں ہے۔اور اگر ان کی جہالت غالب ہو تو کوئی راز نہیں ہے۔

ہمیں روشن خیالی کی ضرورت ہے، دین کی صحیح تفہیم، غلط فہمیوں کو دور کرنا، دینی مباحث کو ہائی جیک کرنے کی کوشش کرنے والوں سے اسے بازیابی کروانا کہ جب تک ہمیں علم کی جہالت، روشنی کے سائے، سچائی کا جھوٹ، بدعنوانی اور تخریب کاری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور ایک طرف وطن سے وفاداری قائم کرنے اور دوسری طرف خالص انسانی بنیادوں پر انسانیت اور بقائے باہمی کی بنیاد کو مستحکم کرنے کے لئے یہ سب کچھ کرنا پڑے گا، اور یہ سمجھنا کہ پوری دنیا ایک کشتی میں ہے اور دوسرے کی مدد کے بغیر کوئی بھی ہلاک نہیں ہوگا اور کشتی میں کوئی بھی خلاف ورزی اس کے تمام لوگوں کو تباہ کر سکتی ہے۔ جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «اللہ کی حدود

(1) یہ شعر دیوان ابو اسود الدولی سے ہے، صفحہ نمبر 38، مطبوعہ مکتبہ النھضہ، بغداد۔

پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کرلیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہوجائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑلیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی[1]»۔

(1) صحیح البخاری: کتاب: شراکت کے مسائل کے بیان میں، باب : تقسیم میں قرعہ ڈال کر حصے لےنا، حدیث نمبر 2493۔

دینی خطاب اور نصاب کی اصلاح

انسان فطرت اور طبع سے مذہبی ہے، اس کے پاس ایک غیبی یا روحانی قوت ہوتی ہے جس میں وہ اپنی نجات دیکھتا ہے کہ جس سے وہ اپنی اقدار اور اصولوں کا ایک بڑا حصہ حاصل کرتا ہے، جس کے ساتھ کچھ وفاداری کا مرہون منت ہے اور ایک آدمی کو طویل عرصے تک روحانی خالی پن سے نہیں روکا جا سکتا، چاہے وہ کتنا ہی الحاد میں بڑھا کیوں نہ ہو، ورنہ وہ افسردگی اور نفسیاتی پیچیدگی سے گھرا ہوا ہوگا، چاہے خوشی اور مسرت سے وہ غموں کو کیوں نہ صاف کردے۔

مذہب و دین (چاہے جس مرضی جانب میں ہو) فطرت پر ہے، اور صحیح دین کی اصل فطرت وہی ہے جو اللہ نے رکھی ہے، جیسے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ اللہ کی فطرت (اسلام) ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ کی پیدا کردہ میں تبدیلی نہیں ہوگی، یہ دین مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے[1] ﴾۔اور حدیث قدسی میں فرمایا گیا: ‹‹اور میں نے اپنے

---

(1) الروم:30

تمام بندوں کو(حق کے لیے) یکسو پیدا کیا پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انھیں ان کے دین سے دور کھینچ لیا اور جو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا انھوں نے اسے ان کے لیے حرام کر دیا اور ان (بندوں)کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں جس کے لیے میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی تھی[1]»، یعنی انہیں اس سے دور رکھو.

صحیح دین کی کسی بھی سطح پر کوئی انحراف بقا سے انحراف تصور ہوگا، اگرچہ ان لوگوں میں سے کچھ کی سوچ میں یہ خامی موجود ہے جو سیاسی مذہبیت کے دھاروں سے وابستہ ہیں، مذہبی فکر کے دوران اسے خامی کے طور پر نہیں لیا جاسکتا۔

اگر ہم صحیح راستے کی تلاش میں ہیں تو ہمیں روشن خیال علماء کی طرف لوٹنا چاہئے جو اہل علم ہیں اور لوگوں کو بندش، غلط فہمی، کمزوری، یا زمانے کے ساتھ چلنے میں ناکامی کے ذریعے احکام کو عام نہیں کرنا چاہیے۔اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں (اور یقینا کرتے ہیں)تو ہمیں تربیت، ترقی، جدت اور حقیقت پر پورا اترنے اور وقت کے ساتھ قدم ملانے کے لئے کام کرنے میں مزید کوششوں کی ضرورت ہے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب: جنت،اس کی نعمتیں اور اہل جنت، باب:وہ صفات جن کے ذریعے سے دنیا میں اہل جنت اور اہل جہنم کی پہچان ہو سکتی ہے، حدیث نمبر 2865

ہمیں گزشتہ دہائیوں کی غلطیوں میں نہیں پڑنا چاہیے، انتہا پسندی کے خلاف جنگ کو مذہب کے خلاف جنگ کے ساتھ ملانا ہوگا اور مذہبی لوگوں کو انتہا پسندوں کے طور پر دیکھنا چاہئے کیونکہ اگر ہم ماہر مذہبی علماء کو تنگ کرتے ہیں یا ثقافتی منظر نامے سے فیصلوں کو عام کرنے یا خارج کرنے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں تو ہم نے انتہا پسندانہ نظریے اور انتہا پسندی کے حامیوں کو ان کی خفیہ تنظیموں اور نوجوانوں کو ان دہشت گردوں کی صفوں کی طرف راغب کرنے کے لالچ کے ذریعے راستہ دیا ہے۔

اس بات کی تصدیق کی کہ دین سے محروم لوگ اصل میں اقدار، اخلاقیات اور ضمیر سے محروم لوگ ہیں، ایک ایسی قوم کہ جو تہذیب اور تمدن کے علاوہ کسی اور دنیا کی طرف مائل ہے اور بےشک دین روح، اقوام، زندگی، تہذیب، اقدار، اخلاقیات، انسانی ضمیر اور نفسیاتی سلامتی کی غذا ہے اور افراد اور معاشروں کی زندگیوں کی زیادہ تر نقل و حرکت کو اس کے عمومی قواعد کی روشنی میں منظم کرنے کی حقیقی غذا ہے۔

بے شک ہمیں ان گروہوں سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے جو انتہا پسندی، تشدد، دہشت گردی اور غلو میں انتہائی دائیں جانب چلے گئے ہیں اور ہمیں خستہ حالی اور اس افراط کے عکس جانا ہوگا۔ امام اوزاعی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کوئی حکم

نہیں کرتا الا یہ کی اس میں شیطان کی مخالفت نہ ہو جس میں دو خصلتیں ہوتی ہیں جن کی وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کون سی صحیح ہے: مبالغہ آرائی اور غفلت(1)۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ہر خیر کے دو رخ ہوتے ہیں اور درمیان کا حصہ، اگر آپ کوئی ایک سرا پکڑیں گے تو دوسرے کو کھو دیں گے، لکن اگر آپ درمیان میں سے چیز کو پکڑیں گے تو توازن سے دونوں کنارے برابر ہو جائیں گے۔ اور حسین بن فضل سے کہا گیا: تو قرآن پاک سے عرب و عجم کو مثالیں نکالتے ہو کیا وسطیت پر کوئی مثال ہے؟ کہا ہاں چار جگہ ذکر ہے اس کا۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بالکل کم عمر (آوسط)، بلکہ درمیانی عمر کی ہو(2)﴾۔ اور فرمایا: ﴿اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہے(3)﴾۔ اور فرمایا: «اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو (کہ کسی کو کچھ نہ دو) اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول

(1) لمقاصد الحسنہ فی یبان کسرۃ من الأحادیث المشتھرۃ علی الألسنۃ، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوي، متوفی 902ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1985۔
(2) البقرہ: 68
(3) الفرقان:67

دو[1]﴾۔ اور فرمایا: ﴿اور نہ اپنی نماز (میں قرات) بلند آواز سے کریں اور نہ بالکل آہستہ پڑھیں اور دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار فرمائیں[2]﴾۔[3]

لہذا اگر ہمیں اس کے حصوں کی بنیاد پرستی کو ختم کرنا ہے تو اسی شرح و بسط اور مقدار کے ساتھ ہمیں الحاد اور زوال کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا ہوگا کیونکہ ہر عمل کا مکمل اور یکساں رد عمل ہوتا ہے جس سے ہمیں خبردار کیا گیا ہے کہ ہمارے معاشروں کی تباہی، فحش مواد، فحش گوئی، معاشرے کی عریانیت کی طرف اشارہ انتہا پسند بم کی طرح ہیں کہ جیسے ٹائم بم ہیں۔

زوال پذیری کے حامیوں کی ہدایت شدہ غلطیاں - جان بوجھ کر یا غیر ارادی - انتہا پسندی کا سب سے بڑا ایندھن ہیں۔ جو کہ انتہا پسندوں کو گمراہ کرنے، مشن میں بھرتی کرنے اور نوجوانوں کو اس گناہ کی ترغیب دینے کے لئے باضابطہ دلائل فراہم کرتی ہیں کیونکہ ان کے ماحول دین نہیں چاہتے بلکہ اس سے لڑتے ہیں جس سے ان کے لئے نوجوان کو اپنی طرف راغب کرنا اور اس مکروہ

---

(1) الاسراء: 29

(2) الاسراء: 110

(3) الاتقان فی علوم قرآن، السیوطی، جلد 4، صفحہ نمبر 48، مطبوعہ الھئیہ العامہ المصریہ للکتاب 1974۔

مشن میں بھرتی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی کے تمام معاملات، شعبوں، ثقافت، تعلیم کے پہلوؤں اور اپنے فن و تخلیقی صلاحیتوں میں چوکس، باخبر اور محتاط اور اعتدال پسند رہیں کیونکہ ایک راستہ تنہا گا نہیں سکتا اور نہ ہی تنہا دنیا میں تیر سکتا ہے، اور نہ ہی دوسرے راستوں سے الگ ہونا ممکن ہے اس لئے اس پر غور کرنا ناگزیر ہے، اگر ہم سماجی علوم، شہریت، اور تہذیبوں کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے پر یقین رکھتے ہیں، نہ کہ کمزور بنیادوں پر۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی مباحثے کا معاملہ عام طور پر ان جرائم پیشہ دہشت گرد گروہوں کے اقدامات کے نتیجے میں عالمی تشویش کا باعث بن گیا ہے جو دین میں تجارت کرتے ہیں دین کی جانب سے انسانی عزائم کی طویل تاریخ کے نتیجے میں بعض لوگوں میں سیاست دین کے خاتمے سے تباہ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ سیاسی جنگیں عوام اور ان کے سمجھدار لوگوں کو دھوکہ دینے اور ان جنگوں کو تقدس دینے کے لئے مذہب اور جھنڈے کے بینر اٹھاتی ہیں۔ قرون وسطیٰ میں یورپ کے بعض علماء کی جانب سے دینی مباحثے کو دنیاوی اور آمرانہ فوائد کے لیے استعمال کرنے کے نتیجے میں لوگ پادریوں کی طاقت کے خلاف بغاوت کرنے لگے، مذہب کو سیاست سے الگ کرنے اور ریاست کے سیکولرازم کا مطالبہ کرنے لگے کہ وجہ یہ تھی کہ اس وقت

پادریوں کے غلبے سے جو کچھ انہیں برداشت یا جارحیت میں نقصان اٹھانا پڑا تھا اور مذہب کا مسئلہ بہت سے مغربی لوگوں کے ذہنوں میں ٹوٹنے لگا تھا اور اگر یہ حقیقت نہ ہوتی کہ دین اللہ کی فطرت ہے جس پر لوگ ٹوٹ پڑے ہیں تو اس کے نتائج زیادہ سنگین اور سنگین ہوتے۔

جب کچھ جماعتوں نے خاص طور پر دہشت گرد اخوان المسلمین یا ان سے جو ٹوٹ کر دھڑے الگ ہوئے کہ جنہوں نے مذہب کی تجارت کرنے والے دہشت گرد گروہوں سے تعلق رکھا، تو ہم نے اپنے دین، اخلاقیات، اقدار اور تہذیب کے لئے ایک غیر معمولی سوچ دیکھی، ہم نے جھوٹ، بناوٹ اور بہتان تراشی دیکھی جو ذہن، انسان یا معاشرے کے لئے ناقابل برداشت ہے، اور یہ گروہ تشدد، قتل، بغاوت، نسلوں اور عوام کی تباہی کے ساتھ بنیاددوں کی تباہی دیکھی، کہ کس طرح یہ لوگ ڈرانے دھمکانے یا معصوم لوگوں کو نشانہ بنانے کے لیے دینی تذبذب کے بغیر ایک زندہ انسانی ضمیر کو ختم کرکے اپنی پہلے جیسی تشدد آمیز زندگی کی طرف لوٹ آئے، پھر یہ اور ابھرے اور اس سے یہ گروہ بھی نکلے جو داعش، القاعدہ، جناعت خزلان، بیت المقدس کے دشمنوں اور شیطان کے فوجیوں کے ناموں والے گروپس کے ساتھ شامل ہوئے یا ان کے ساتھ رابطہ قائم کیا کہ جنہوں نے زمین پر تباہی مچادی اور تشدد کی لہروں میں انسانوں کو ذبح

کرنے، جلانے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے اللہ کی منع کردہ چیز چھین لی جس کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہاں تک ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے بھائی یا والد کو «نماز نہ پڑھنے پر» زبح کردیا اور ہم نے دیکھا کہ کون بے گناہ شہریوں کی جسموں پر گاڑیاں دوڑتا ہے جو معصوم لوگ تھے، ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کس جرم کی پاداش میں ان کو قتل کیا یا اس پر چڑھ دوڑے؟» اور یہ کون سا مذہب ہے جو یہ سب اور ان کا خون جائز کر رہا ہے؟ اور یہ کون سا مجرم ہے جس نے کہا کہ یہ جائز ہے؟ یہ کیسا انسان ہے کہ جس نے منصوبہ بندی اور اس پر عمل درآمد کیا ہے؟

کچھ نوجوانوں کو گھسیٹ کر یا کھینچ کر ان تنظیموں میں دھکیلا جاتا ہے اور ان گمراہ، مجرم، بدعنوان گروہوں کی نوعیت کے بارے میں آگاہی کے بغیر، چاہے وہ اُن دروازے سے داخل ہوں جن سے نا داخل ہو سکتے ہیں اور نہ خارج، اگر ان گروہوں میں داخل ہونے والا ان گمراہ اور گناہگار گروہوں سے اپنی سمت تبدیل کرنے کا سوچتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ اس پر ان گروہوں کے دشمنوں کی طرف سے کئی بار لعنت و زد و کوب اور بدسلوکی کی جاتی ہے تاکہ وہ ہر اس شخص کے لئے سبق بنائیں جو اس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ان سے الگ ہونا چاہتا ہے یا انہیں چھوڑنا چاہتا ہے۔

اور کسی نہ کسی حد تک بہت سے گروہوں نے اپنے ماہر علماء اور متخصص لوگوں سے دینی مباحثے کو ہائی جیک کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے اپنے مذہب و وطن دونوں کی قیمت پر بھی جانبدارانہ، ذاتی یا نظریاتی فوائد کے لئے استعمال کیا ہے کیونکہ ان میں سے کچھ کسی ملک یا قومی ریاست کو نہیں مانتے اور ان میں سے کچھ اپنی تنظیم کے ساتھ وفاداری سے بڑھ کر وفادار ہیں، اور ان کا انجام ان کے لیے سب سے بڑھ کر ہے۔

اس لئے ہمیں اپنی پوری طاقت کے ساتھ مل کر اپنے نوجوانوں کو علم اور ثقافت سے مضبوط کر کے انہیں غلط فہمیوں سے دور کرنا ہوگا اور اسلام اور اس کے اعلیٰ انسانی اخلاق کی روادار اقدار کو پھیلانا ہوگا۔

دین رحمت اور انسانیت

بدمعاش گروہوں کو بیک وقت ان کے مذہب اور انسانیت سے ہٹا کر ایک اور دنیا میں لے جایا گیا ہے کہ جنہیں ہم نہیں جانتے کیونکہ ان کا تعلق ادیان کی دنیا سے نہیں ہے، کیونکہ تمام مذاہب رحم اور رواداری کا مطالبہ کرتے ہیں، نہ جلانے و ذبح کرنے، نہ اس کی مثل اور نہ ہی انسانی بدسلوکی کا مطالبہ کرتے ہیں، اور نہ ہی یہ انسانیت کی دنیا ہو سکتے ہیں، کیونکہ انسانیت ان جرائم اور مظالم کو تسلیم نہیں کر سکتی جسے کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ عام انسانیت ان جرائم اور مظالم کی توثیق نہیں کر سکتی جسے کوئی صحت مند انسان برداشت نہیں کر سکتا سوائے ان لوگوں کے جن کی بصیرت دھندلی ہو چکی ہے اور جو اپنے احساس انسانیت سے لاتعلق ہو چکا ہے۔

یہاں ہمیں اس بات پر زور دینا چاہئے کہ ہمارا مذہب ان سب سے بری ہے، بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ نے مردوں کی مُثلہ کرنے کو منع فرمایا ہے- اگرچہ باولا کتا ہی کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: «نہ خیانت کرو، نہ بد عہدی کرو، نہ مثلہ

کرو[1]››، اسی طرح آپ ﷺ نے آگ سے تعذیب پر بھی منع کیا: ‹‹ " اگر تم فلاں کو پاؤ تو اسے قتل کر دینا ، جلانا نہیں، بلاشبہ آگ سے عذاب ، آگ کا رب ہی دے سکتا ہے[2]"۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اور زیادہ واضح یہ کہ اسلام رحمت کا مذہب ہے، نا کہ تشدد اور قتل کا، اور نہ ہی کسی سے زیادتی کی اجازت دیتا ہے یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ اور یہی ہمارے نبی ﷺ نے ذکر کیا ہے:››ایک عورت کوایک بلی کووجہ سے عذاب دیا گیا تھا جسے اس نے قید کر رکھا تھاجس سے وہ بلی مرگئی تھی اور اس کی سزا میں وہ عورت دوزخ میں گئی ۔جب وہ عورت بلی کو باندھے ہوئے تھے تواس نے اسے کھانے کے لیے کوئی چیز نہ دی، نہ پینے کے لیے اور نہ اس نے بلی کو چھوڑا ہی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھالیتی[3]››۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

---

(1) صحیح مسلم: کتاب: جہاد اور اس کے دوران مںی رسول اللہ ﷺ کے اختیار کردہ طریقے، باب: بھیجے گے دستو ں پر امام کا امیر مقرر کرنا اور ان کو جنگ کے آداب وغیرہ کی تلقین کرنا، حدیث نمبر: 1731

(2) سنن ابی داود، کتاب: جہاد کے مسائل، باب: دشمن کو آگ مںی جلانا ناجائز ہے، حدیث نمبر 2673

(3) متفق علیہ، صحیح بخاری، صحیح بخاری، کتاب: مساقات کے بیان مںی، باب : پانی پلانے کے ثواب کا بیان، حدیث نمبر 2365، صحیح مسلم، کتاب: سلامتی اور صحت کابیان، باب: بلی کو مارنے کی ممانعت، حدیث نمبر 2242، لفظ مسلم کے ہیں

کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک کتا ایک کنویں کے چاروں طرف چکر کاٹ رہاتھا جیسے پیاس کی شدت سےاس کی جان نکل جانے والی ہوکہ بنی اسرائیل کی ایک زانیہ عورت نے اسےدیکھ لیا۔اس عورت نے اپنا موزہ اتار کرکتے کوپانی پلایا اس کی مغفرت اسی عمل کی وجہ سے ہوگئی[1]»۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے اونٹ سے تنگ آ رہا ہے تو فرمایا: "کیا تو اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا اس نے تجھ کو مالک بنایا ہے ' اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا اور بہت تھکاتا ہے[2]» ۔ یعنی یہ اسے تھکا دیتا ہے اور اس کے لیے کام مشکل بنا دیتا ہے، اور جب حضور اکرم ﷺ نے لال چڑیا کو اپنے گھونسلے کے گرد اپنے بچوں کو ڈھونڈتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کس نے اس چڑیا کو اس ہے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی؟ ایک اس کے بیٹے کے ساتھ؟ تو انہوں نے اس کے بچے اسے واپس کردیئے[3]»۔

---

(1) متفق علیہ، صحیح بخاری، صحیح بخاری، کتاب: صحیح بخاری، کتاب: ابنیاء ؑ کے بیان میں، باب: اصحاب کہف کے بیان، حدیث نمبر 3467، صحیح مسلم، کتاب: سلامتی اور صحت کابیان ،باب: جن جانوروں کو مارا نہیں جا تا ،انھیں کھلا نے اور پلا نے کی فضیلت، حدیث نمبر 2245.

(2) سنن ابی داود، کتاب: جہاد کے مسائل، باب: جانوروں اور چوپایوں کی خدمت اور خبرگیری کرنے کا حکم، حدیث نمبر 2549۔

(3) سنن ابی داود، کتاب: جہاد اور اس کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کے

کیا آپ نے پرندے اور جانور کے ساتھ انسان کے بجائے یہ رحمت دیکھی ہے؟ ہم لوگ اس رحمت سے اتنا دور کیوں ہیں؟ اور ہماری انسانیت و نفاست کہاں ہیں؟! ہمیں فوری طور پر اپنے دین کو صحیح طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے، اور پھر اسے زمین پر ایک اس طرح لاگو کریں کہ جس سے ہماری عمدہ سمجھ، ہمارا یقین اور ہماری فکر کی اس سوچ عکاسی کرتی ہو، تاکہ برائی کا اچھائی کے ساتھ اور تباہی کا تعمیر کے ساتھ ایسے سامنا ہو کہ ہم اس بات سے واقف ہوں کہ باطل پرست صرف حق پرست کی عدم موجودگی میں اپنا کام کرتے ہیں اور اگر ہم اپنے دین کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں اور اسے عوام کے سامنے صحیح طریقے سے پیش کرتے ہیں تو ہم جھوٹ اور گمراہی سے بفضل اللہ او ر پھر اہل حق کی طاقت اور ان کی دلیل کے ساتھ نہیں ڈرتے، جیسے اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿بلکہ ہم حق سے باطل پر پوری قوت کے ساتھ چوٹ لگاتے ہیں سو حق اسے کچل دیتا ہے پس وہ (باطل) ہلاک ہو جاتا ہے[1]﴾۔

ہم جس بات کا اقرار کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حق والوں کا ان کے حق پر استحکام باطل کے لوگوں کو ان کے باطل سے

اختیار کردہ طریقے، باب: بھیجے گے دستو ں پر امام کا امیر مقرر کرنا اور ان کو جنگ کے آداب وغیرہ کی تلقین کرنا، حدیث نمبر2675.

(1) الانبیاء 18.

سب سے زیادہ روکتا ہے، اور ہمیں ہمارے مخالف کو اس راستے پر نہیں لے جانا چاہئے جس کی وہ چاہ کرتا ہے یا وہ ہمارے صحیح راستے سے انحراف کرے کیونکہ اہل باطل کا ان کے باطل پر قائم رہنا ہماری استقامت کو بڑھا دے گا اور ہمیں رحم، دیانت، امانت داری، وفاداری، شجاعت اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا پابند بنائے گا۔
اخلاقیات، اقدار، زندگی اور اخلاقی اقدار سے محروم قوم نہ اعلیٰ اخلاق پر استوار ہوتی ہیں، اور نہ اپنے عروج و زوال کے اسباب اور اپنی کمزور تعمیر کی بنیادوں پر اپنے زوال اور زوال کے عوامل کو برداشت کرتی ہیں۔

خون کی حرمت

اسلام نے جتنی ناحق قتل کی حرمت پر تاکید کی ہے اتنی کسی اور چیز کی حرمت پر تاکید نہیں کی، حضور ﷺ نے اپنے جامع خطبہ حج الوداع میں اس بات سے ابتداء کی: بے شک تمہارا خون، مال، عزتیں ایک دوسرے کے لئے حرام ہیں، جیسے آج کے دن، شہر اور مہینے کی حرمت ہے، فرمایا اے اللہ میں نے بیان کر دیا، اے اللہ تو گواہ ہوجا! اے اللہ تو گواہ ہوجا![1]، اور اسی میں اور فرمایا: میرے جانے کے بعد کفر یا گمراہی میں نہ پڑ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو، فرمایا اے اللہ میں نے بیان کر دیا، اے اللہ تو گواہ ہوجا! اے اللہ تو گواہ ہوجا![2]، اور فرمایا: «کہ شخص اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے (اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے) جب تک ناحق خون نہ کرے جہاں ناحق کیا تو مغفرت کا دروازہ

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج، حدیث نمبر 1218۔

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج، حدیث نمبر 1218۔

تنگ ہوجاتا ہے[1]»۔ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے: «تو کتنا پاکیزہ ہے! اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے! تو کس قدر عظیم ہے! تیرا احترام کتنا عظیم ہے! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اللہ کے ہاں مومن کی حرمت تیری حرمت سے بڑھ کر ہے، یعنی اس کے مال اور جان کی حرمت، اور یہ کہ اس کے بارے میں بدگمانی کرنا بھی حرام ہے[2]»۔ اور فرمایا: «دنیا کی بربادی اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے کہیں زیادہ کمتر وآسان ہے[3]»، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی ذمی کو قتل کرے اسے جنت کی خوشبو نہیں آئے گی، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے محسوس ہوتی ہے[4]“۔

---

(1) سنن بیقھی، کتاب الجراح (اجرام)، باب: تسں سے قتل کی۔ حرتمں، حدیث نمبر 15857۔

(2) سنن ابن ماجہ، کتاب: فتنہ و آزمائش سے متعلق احکام و مسائل، باب: مومن کی جان و مال کی حرمت کا بیان، حدیث نمبر 3932۔

(3) سنن الترمذي، کتاب: دیت وقصاص کے احکام ومسائل، باب: مومن کے قتل ناحق پر وارد وعید کا بیان، حدیث نمبر 1395۔

(4) صحیح بخاری، کتاب: جزیہ وعسزہ کے یبان مںں، باب : کسی ذمی کافر کو ناحق مار ڈالنا کیسا گناہ ہے؟ حدیث نمبر 3166۔

اسلام جان بوجھ کر، غلطی سے یا جلد بازی سے قتل کرنے سے منع کرتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اور کسی مسلمان کے لئے (جائز) نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے مگر غلطی سے، اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو (اس پر) ایک مسلمان غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا اور خون بہا (کا ادا کرنا) جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے (لازم ہے) مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ (مقتول) تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن (بھی) ہو تو (صرف) ایک غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا (ہی لازم) ہے، اور اگر وہ (مقتول) اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح کا) معاہدہ ہے تو خون بہا (بھی) جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا (بھی لازم) ہے۔ پھر جس شخص کو (غلام یا باندی) میسر نہ ہو تو (اس پر) پے در پے دو مہینے کے روزے (لازم) ہیں۔ اللہ کی طرف سے (یہ اس کی) توبہ ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے[1]۔﴾

جہاں تک پہلے سے سوچے سمجھے قتل کا تعلق ہے، اسلام نے اس کے لیے شدید وعید سنائی ہے فرمایا: ﴿اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں

---

(1) النساء:92

اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے[1]۔﴾

اسلام نے اسی طرح قتل کرنے، اس کی طرف دوڑنے یا آسانی سے قتل کرنے کو بھی منع فرمایا ہے اور جنگ میں بھی اس بات کے لزوم کو یقینی بنانے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ﴿اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم دنیوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو (یقین کرو) اللہ کے پاس بہت اموالِ غنیمت ہیں۔ اس سے پیشتر تم (بھی) تو ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا (اور تم مسلمان ہوگئے) پس (دوسروں کے بارے میں بھی) تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے[2]﴾۔

اور جب اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے ایک مشرک کو میدان جنگ میں یہ کہنے کے بعد: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، رسول اللہ ﷺ قتل کر دیا تو اس اسامہ بن زید کو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے ملامت کی، اسامہ بن زید بن

---

(1) النساء:93
(2) النساء:94

حارثہ رضی اللہ عنہما نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کی طرح(مہم پر) بھیجا۔ بیان کیا کہ پھر ہم نے ان لوگوں کو صبح کے وقت جالیا اور انہیں شکست دے دی۔ راوی نے بیان کیا کہ میں اور قبیلہ انصار کے ایک صاحب قبیلہ جہینہ کے ایک شخص تک پہنچے اور جب ہم نے اسے گھیرلیا تو اس نے کہا'' لاالہ الا اللہ'' انصاری صحابی نے تو (وہ سنتے ہی) ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اپنے نیزے سے اسے قتل کردیا۔ راوی نے بیان کیا کہ جب ہم واپس آئے تو اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو ملی۔ بیان کیا کہ پھر حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اسامہ! کیا تم نے کلمہ لاالہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اسے قتل کرڈالا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے اس کا اقرار کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر فرمایا تم نے اسے لاالہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد قتل کرڈالا۔ بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ اس جملہ کو اتنی دفعہ دہراتے رہے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کاش میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا[1]﴾۔

---

(1) متفق علیہ، صحیح بخاری، کتاب: دیتوں کے بیان میں، باب : سورۃ مائدہ میں فرمان کہ جس نے مرتے کو بچالیا اس نے گویا سب لوگوں کی جان بچالی، حدیث نمبر 6872، اور صحیح مسلم، کتاب: ایمان کا بیان، باب: کافر کے لا الہ الا اللہ کہہ دینے کے بعد اسے قتل کر نا حرام ہے، حدیث نمبر 96۔

یہاں تک کہ قصاص لینے والے کو بھی قتل میں زیادتی سے منع کیا ہے، جیسے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿جو شخص ظلماً قتل کر دیا گیا تو بے شک ہم نے اس کے وارث کے لیے حق مقرر کر دیا ہے سو وہ بھی (قصاص کے طور پر بدلہ کے) قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے، بے شک وہ مدد یافتہ ہے[1] ۔﴾ اور فرمایا: ﴿اور اگر تم سزا دینا چاہو تو اتنی ہی سزا دو جس قدر تکلیف تمھیں دی گئی تھی، اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے[2]۔﴾

اور جو لوگ اپنے آپ کو حرام خون کے ارتکاب پر آمادہ کرتے ہیں ان کو روکنے کے لیے اسلام نے انتقام کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی کی طرف سے کچھ (یعنی قصاص) معاف کر دیا جائے تو چاہئے کہ بھلے دستور کے موافق پیروی کی جائے اور (خون بہا کو) اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے، یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور

(1) الاسراء:33
(2) النحل:126

مہربانی ہے، پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے[1]۔﴾ اور اللہ نے جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے صرف دانت کا قصاص لینے کا حکم فرمایا۔ ﴿اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کردیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے، تو جو شخص اس (قصاص) کو صدقہ (یعنی معاف) کر دے تو یہ اس کے لئے کفارہ ہوگا، اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں[2]﴾۔

نہ مذہب، نہ انسانیت، نہ اخلاق، نہ اقدار، نہ رسم و رواج، نہ بین الاقوامی معاہدات، نہ قوانین، کسی شخص کے قتل، یا اسے موت کے گھاٹ اتارنے، یا اس پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

حقیقی جاہلیت اپنے انسانی بھائی کا ناحق خون بہانا ہے، حقیقی جاہلیت عزت اور مال پر حملہ، سلامتی کا خطرہ اور معاشرتی امن اور

---

(1) البقرہ:178
(2) المائدہ: 45

انسانی امن کے لیے خطرہ ہے، اور یہ مسلم معاشروں پر ناانصافی و جھوٹ اور بہتان تراشی نہیں ہے۔

اصل بیداری انسانی ضمیر کی بیداری ہے، انسان کا اپنے بھائی کے لئے احترام، چاہے وہ کسی بھی مذہب، رنگ، نسل یا زبان سے تعلق رکھتا ہو لازمی ہے، لہذا عقیدے پر کوئی قتل، مذہب میں اور مذہب پر کوئی قتل نہیں، یہی حقیقی مذاہب کو سمجھنے اور انسانیت کا احترام کرنے اور پرامن بقائے باہمی کی بنیادوں کو محفوظ رکھنے میں حقیقی بیداری ہے جس کے لئے ہمارا مذہب قائم ہوا ہے، اور اسے مدینہ کی دستاویز کی روشنی سے خطوط میں درج کیا ہے اور مدینہ کے تاجدار ﷺ پر امن و سلامتی ہو۔

آگہی اور اقوام کی یادداشت

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیداری کی تعمیر یا تعمیر نو کا عمل معاشروں، قوموں اور عوام کی زندگیوں میں ایک مرکزی مسئلہ ہے، خاص طور پر وہ قومیں اور لوگ جن کی یادداشت کو مٹانے، لکھنے، تبدیل کرنے یا غائب کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان کے لئے ہائی جیکنگ کی کوششوں کے ساتھ جمود، سستی اور کاہلی کے حالات کا ذکر نہیں کیا گیا جو معاشروں کی اجتماعی یادداشت کو متاثر کر سکتے ہیں۔

ہمارے یقین کے ساتھ کہ کسی قوم کے شعور کو نئی شکل دینا آسان یا سہل نہیں ہے، یہ تعمیر کا ایک مشکل عمل ہے اور خاص طور پر مصیبتوں، تکالیف اور بڑے چیلنج جو ہمارے خطے کی تاریخ اور پوری دنیا کی تاریخ میں مختلف ہے، لیکن عصرحاضر کی انسانی تاریخ میں، جہاں دہشت گردی اور فکری انتہا پسندی ایک صنعت اور ایک نئی قسم کے حملے اور قبضے کے آلات اور ریاستوں کو ناکام بنانے کے ذرائع بن چکے ہیں، وہاں اس شعور کی ضرورت ہے کہ جو ریاستوں کو ناکام بنانے، انہیں نیچے لانے، گھٹنوں کے بل گرانے، یا ان کے فیصلوں پر قابو پانے، بلکہ ان کی صلاحیتوں اور

منافع کو کسی بھی قسم کی: معاشی، سیاسی، جغرافیائی، ثقافتی، یا ورثہ کی صورت میں تباہ کر دیتی ہے۔

ہمیں ہمیشہ یقین ہے کہ وہ نہ اس میں داخل ہوتا ہے اور نہ اسے چھوڑتا ہے۔ یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل باطل سوائے اہل حق کی عدم موجودگی کے کوئی کام کرتے ہیں اور اہل حق کو اپنے ان حقوق اور اسباب کے بارے میں جن پر وہ ایمان رکھتے ہیں اہل باطل کے اپنے جھوٹ کے لیے تباہی اور بربادی کے حامی لوگوں کے جوش و جذبے سے کم جوش نہیں ہونا چاہیے۔

اگر ہماری قوم کی یادداشت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرنے والوں نے اس یاد کو چھیننے کے لیے مذہبی، فکری، ثقافتی اور تاریخی غلط فہمیوں کا سہارا لیا ہے، تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ان غلط فہمیوں کو دور صحیح معنی کو ظاہر کرنے اور سچائی کے پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے وقت کا مقابلہ کریں ، اور روشن خیال وسطی فکر کی اشاعت کے ذریعے دلیل اور ثبوت کے صحیح اور صاف پہلوؤں کا اظہار کریں، وکالت، ثقافت، تعلیم و تربیت اور ذرائع ابلاغ کے شعبوں کے ساتھ تفہیم، اچھی سوچ، تخلیقی صلاحیتوں اور اختراع کے طریقوں کو تحفظ، تعلیم اور تقلید کے طریقوں سے تبدیل کریں، اور روشن خیالی کے حالات پیدا کرنے کے ساتھ قوم کی یادداشت کو بحال کرنے کے کام پر غور کریں کہ جسے ہائی جیک

کیا گیا تھا کیونکہ وہ علماء، مفکرین اور دانشور رہنماؤں کے لئے ایک قومی ترجیح اور فرض ہے۔

ہم بیداری کے معاملے کو صرف اس کی مذہبی یا ثقافتی جہت تک محدود نہیں رکھ سکتے۔ وطن کی بیداری کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تعمیر اور اس کی شان کو تمام شعبوں میں بلند کرنے کے لیے کام کیا جائے: معاشی، فکری، ثقافتی، سماجی، اور انسانی۔ اور بھی کئی مختلف طریقوں سے جیسے: کام اور پیداوار میں، محنت اور جانفشانی کے ساتھ، درستگی اور کمال، یکجہتی و ہمدردی اور علم و فکر اسی طرح ثقافت و تخلیق کے ساتھ، ایمانداری اور دیانت کے مثبت اقدار کو وطن کے لیے خلوص اور کام میں اخلاص پھیلایا جائے ۔ امانت داری، وفاداری، رحم دلی، رواداری، سہولت کاری، شرافت، صفائی، نظم، بڑے کا احترام، چھوٹے کا احترام، مظلوموں کے ساتھ انصاف، غریبوں کی امداد، مصیبت زدہ کو راحت، قرابت داری، اچھی ہمسائیگی، راستے سے تکلیف دی چیز کو دور کرنا، سہولیات اور عوامی پیسے کی فکر، اور سب سے بڑھ کر دنیاوی چیزوں اور دیگر منفی عوامی اقدار سے دور رہنا جیسے: جھوٹ، خیانت، دھوکا، نقصان، بے روزگاری، سستی، بدعنوانی، فساد، اور تخریب۔

وطن کے بارے میں آگاہی کے لئے ان سازشوں کے بارے میں آگاہی اور جانچ کی ضرورت ہے جو اس وطن کے خلاف کی

جارہی ہیں، جن کا مقصد ریاست کو اندھیرے میں دھکیلنا، دہشت گردوں، ایجنٹوں اور غداروں کا خطرہ اور ملک کو ان کی برائیوں اور گناہوں سے نجات دلانے کے ساتھ ساتھ وفادار ہم وطنوں کی تعمیر نو کے عمل کو یقینی بنانا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وطن کے بارے میں آگاہی اور قومی ریاست کی قانونی حیثیت کے ساتھ اس کی ثابت قدمی کی حمایت اور اس کے فروغ و ترقی کے لئے کام کرنے کی ضرورت کا مسئلہ عام شخصیت کی تشکیل کا ایک اہم ترین ستون ہونے کے ساتھ وطن سے وفاداری اور اس کی دولت کے ہر ذرے کو محفوظ رکھنے کے اہم ترین ستونوں میں سے ایک ہے۔

فہرست

دیباچہ	5
جہالت اور بیداری	15
حقائق کو مسخ کرنا	19
ظاہری اور مطلبی دینداری	25
ریاست کے نقطہ نظر اور کسی گروہ کی افادیت پسندی کے درمیان مصلحت	33
نئے منافق	37
دلدل شدہ زمین	45
دانشمندانہ زہر	49
انتہا پسندی کے مقامات	55
جماعت اخوان کے ایجنٹ	63
تردد کا شکار	67
دینی خطاب میں غلطیاں اور خطائیں	71
فکر انسانی پر تنقید	77
تعمیر اور تخریب	83
مایوسی کے حامی اور امید کے حامی	89
مذہبی ذرائع ابلاغ اور انتہا پسندی کے درمیان مقابلہ بازی	93

دہشت گردی کی آماجگاہوں کا خاتمہ	97
معاشرے کو انتہا پسندی سے بچانا	103
دینی خطاب اور نصاب کی اصلاح	111
دین رحمت اور انسانیت	121
خون کی حرمت	127
آگہی اور اقوام کی یادداشت	135

مصری جنرل بک اتھارٹی

ثقافتی پروجیکٹس کے نگران

مروان حماد

نظر ثانی

فریال فؤاد

آرٹ ڈائریکشن

مرفت عنتر النحاس

تزین غلاف

محمد بغدادی

ڈپازٹ نمبر: ..../2021

ISBN